REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم   وعلی عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۳   شمارہ ۱۳

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر :- منیر احمد خادم

نائبین :- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرحِ چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک :-
بذریعہ ہوائی ڈاک :-
۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک :-
دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن۔

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان

۱۸/ شوال ۱۴۱۴ ہجری   ۳۱/ امان ۱۳۷۳ ہش   ۳۱/ مارچ ۱۹۹۴ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۲۷/ مارچ۔ (ایم۔ٹی۔اے) :
سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں الحمد للہ۔

احبابِ جماعت اپنے جان و دل سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر آن حضور انور کی رُوح القدس سے تائید فرمائے۔ آمین ٭

قادیان دارالامان میں یومِ مسیح موعودؑ اور
نشانِ کسوف و خسوف کی صد سالہ تقریب پر عظیم الشان جلسہ

رپورٹ مرتبہ قریشی محمد فضل اللہ

قادیان ۲۱/ مارچ ۱۹۹۴ء۔ احمدیہ گراؤنڈ ناصر آباد میں لوکل انجمن احمدیہ کے زیرِ اہتمام یومِ مسیح موعود علیہ السلام اور نشانِ آسمانی کسوف و خسوف کی صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ جلسہ کی تیاری اور مختلف انتظامات کے لئے محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری قائم مقام ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ نے درجِ ذیل ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی قبل ازیں تشکیل فرما دی تھی۔ جس نے جلسے کے تمام امور بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔

مکرم چوہدری عبد الواسع صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ قادیان۔ صدر۔ مکرم رشید الدین صاحب پاشا قائد مجلس خدام الاحمدیہ قادیان ممبر۔ مکرم مولوی جاوید اقبال صاحب اختر زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ ممبر۔ مکرم منصور احمد صاحب چیمہ میونسپل کمشنر قادیان ممبر۔ مکرم مولوی ظہیر احمد صاحب خادم سیکرٹری تبلیغ حلقہ ز ممبر۔

اخراجات کے لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان نے اہالیانِ قادیان سے رقوم اکٹھا کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ احباب و مستورات نے بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیا۔ اور دس ہزار کے قریب رقم اس مقصد کے لئے پیش کر دی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔

جلسہ کے انعقاد کے لئے گراؤنڈ میں شامیانے و قناتیں لگا کر نیز بینرز ایمانِ مذاہب، اسلامی نعروں اور انسانیت زندہ باد لکھے ہوئے بینرز سے سٹیج اور پنڈال سجایا گیا۔ احمدی احباب کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں معززینِ شہر، میونسپل کمشنران، قریبی دیہات کے پنچوں و سرپنچوں اور مدعوین نے بڑی محبت و شوق سے حاضر ہو کر تمام کارروائی کو سُنا۔ الغرض، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، سیاسی و دینی افراد کا ایک خوشنما گلدستہ نظر آرہا تھا۔

اجلاس کی کارروائی پونے گیارہ بجے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان کی زیرِ صدارت مکرم قاری نواب احمد صاحب گنگوہی مدرس مدرسہ احمدیہ کی تلاوتِ کلامِ پاک سے شروع ہوئی۔ جس کا پنجابی ترجمہ مکرم گیانی تنویر احمد صاحب خادم نے سُنایا۔ ازاں بعد مکرم ناصر علی صاحب عثمان نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام جس میں سورج چاند گرہن کا ذکر تھا، خوش الحانی سے سُنایا۔

اجلاس کی پہلی تقریر محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب صدر مجلس انصار اللہ بھارت نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض و غایت آپؑ کی سیرتِ طیبہ اور تعلیمات" پر کی۔ موصوف نے مختصر اور نہایت جامع رنگ میں اپنے موضوع پر روشنی ڈالی۔ دوسری اور اہم تقریر "سورج چاند گرہن کا عظیم نشان" کے موضوع پر مکرم گیانی تنویر احمد صاحب خادم نے پنجابی زبان میں کی۔ آپ نے بتایا کہ آخری زمانے میں آنے والے موعودِ اقوامِ عالم کے لئے بطورِ خاص ہر مذہب کی مقدس کتب میں اِس نشان کا ذکر کیا گیا ہے۔ موصوف نے حوالہ جات کے ساتھ اپنی تقریر پر نہایت دلنشین اور عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی۔ جس سے سامعین بہت متأثر ہوئے۔

اس تقریر کے بعد اطفال نے ترانہ پیش کیا جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ ازاں بعد بعض غیر مسلم معززینِ شہر نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا۔

جناب سردار ترپت راجندر سنگھ صاحب باجوہ ایم۔ایل۔اے قادیان نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ آج ہم ایک تاریخی دن منا رہے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود آئے اور جن کی گواہی رمضان میں سورج چاند گرہن نے دی۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ قادیان میں آئے جس سے ہم نوازے گئے۔ اب قادیان ایک انٹرنیشنل حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کی وجہ سے قادیان کا نام بہت روشن ہوا ہے۔ مجھے اس کا ایم۔ایل۔اے ہونے پر بجا طور پر فخر ہے۔ احمدیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی جگہ بھی کوئی مصیبت واقع ہو انسانیت کے ناطے یہ سب کی مدد کرتے ہیں۔ اس جشن کے موقعہ پر ہم ساری جماعت کو مبارکباد دیتے ہیں۔

جناب سردار کشمیر سنگھ صاحب چیئرمین بلاک سمتی نے فرمایا کہ میں نے ۱۹۴۰ء سے ۴۶ء تک کا زمانہ اپنی ہوش میں دیکھا ہے جب جماعت بڑی مشکل میں تھی۔ میں نے احراریوں کے جلسے دیکھے اور عطاء اللہ شاہ کی تقریریں بھی سُنیں جو ڈی اے وی سکول سے آگے ہُوا کرتے تھے۔ اور جماعت احمدیہ کے جلسے جو کالج کی گراؤنڈ میں ہوتے تھے بھی سُنے ہیں۔ دونوں میں بڑا فرق تھا۔ وہ بڑی لغو بیانی سے کام لیتے تھے۔ جبکہ احمدی اس پر توجہ کئے بغیر اپنے کام میں مصروف رہتے۔ پھر ۱۹۴۷ء کے بعد حالات بدلے اور جماعت کے چند افراد قادیان میں رہ گئے۔ ہم سمجھتے تھے کہ اب یہ ترقی کیسے کریں گے۔ لیکن دیکھتے دیکھتے پاکستان اور پھر اب ۱۳۰ ملکوں میں پھیل جانا ان کی بہت بڑی کامیابی اور صداقت کی دلیل ہے جس کا میں عینی شاہد ہوں۔ یہ جماعت صداقت و شرافت کے باعث ترقی کرتے کرتے عالمگیر بن گئی۔ ہم خوش قسمت ہیں جو قادیان کے گرد و نواح میں بستے ہیں۔ سردار کشمیر سنگھ جو قریباً اسی سال کی عمر کے ہیں انہوں نے برملا کہا کہ پہلے تو جماعت پیشگوئی کرتی تھی، اب ہماری پیشگوئی یہ ہے کہ ساری دُنیا کا نظام قادیان کھنچا آئے گا۔ اور کچھ عرصہ میں یہ جماعت بہت ترقی کرے گی کیونکہ ان کے اصول بہت اچھے ہیں۔

جناب حکیم سورن سنگھ صاحب ایم۔سی۔ قادیان نے اس جشن پر مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ جب حضور (حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ) قادیان آئے تو پنجاب کے حالات بہت خوفناک تھے۔ سرِ شام ہی لوگ گھروں میں گھس جاتے تھے۔ جب سے حضور نے مبارک قدم پنجاب میں رکھے ہیں حالات یکسر بدل گئے۔ ساری رات قادیان کے بازاروں میں خرید و فروخت ہوتی رہتی۔ ایسا اس لئے ہُوا کہ خدا کے پیارے یہاں براجمان (نزول فرما) تھے۔ ہم نے حضور سے ملاقات کے دوران کہا کہ ہم یہ بھی

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان ٭

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۳۱ امان ۱۳۷۳ ہش

مولیٰ کی طرف سے رہائی کی خیرات

یہ خوشکن اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اسیران ساہیوال (پاکستان) (جن میں سے دو کو ضیاء الحق کے زمانہ میں سزائے موت دی گئی تھی) دس سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد ۲۰ مارچ ۱۹۹۴ء کو رہا کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سزائے موت پانے والے مکرم الیاس منیر صاحب مربی ساہیوال اور مکرم رانا نعیم الدین صاحب سابق باڈی گارڈ حضرت امیر المومنین کے علاوہ عبد القدیر صاحب، نثار صاحب، محمد رفیق حاذق صاحب بھی شامل ہیں۔ مؤخر الذکر تین افراد کو پچیس پچیس سال قید بامشقت اور جرمانے کی سزا تھی۔

یہ حضرات ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو مسجد احمدیہ ساہیوال سے اِس جُرم کی بناء پر حراست میں لئے گئے تھے کہ انہوں نے مسجد کو جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے حملہ آور مولویوں اور ان کے غنڈوں سے بچانے کی کوشش کی تھی۔ اس کوشش میں حملہ آوروں کے دو آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ رانا نعیم الدین نے اپنی مدافعت کی تھی ان کے خلاف زیر دفعہ ۳۰۲ مقدمہ درج کیا گیا اور الیاس منیر صاحب جو اس واردات کے وقت موجود ہی نہ تھے چونکہ وہ جماعت کے مبلغ تھے، ان کے خلاف بھی نہایت ظالمانہ طور پر زیر دفعہ ۳۰۲ مقدمہ درج کیا گیا۔ علاوہ ان کے باقی تمام مذکورہ افراد کو بھی بغیر کسی قصور کے دس سال تک پاکستان کی مختلف جیلوں میں گھسیٹا گیا۔ اور جامعہ رشیدیہ کے حملہ آور مخالف مسلمانوں کے خلاف کیا کارروائی کی گئی آج تک اس کا علم نہیں ہو سکا۔

فرعونِ پاکستان ضیاء الحق جس نے ۱۵ فروری ۱۹۸۷ء کو الیاس منیر صاحب اور رانا نعیم الدین صاحب کی سزائے موت کی توثیق کی تھی، جب مباہلہ کی مار کھا کر ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو بہاولپور پاکستان کے آسمانوں پر بے نام و نشان ہو گیا تب خاص تصرفِ الٰہی کے تحت دسمبر ۱۹۸۸ء کو الیاس منیر صاحب اور رانا نعیم الدین صاحب کی سزائے موت کو بھی عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا۔ اُس وقت سے ہی سول عدالتوں میں ان کے مقدمات کی پیروی چلتی رہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے خاص فضل سے امیر المومنین اور عالمگیر جماعتِ احمدیہ کی پُرسوز دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے ان اسیروں کی بریت اور رہائی کے سامان فرمائے۔ امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ تو عرصہ دس سال سے آنسوؤں کی بارش کرتے ہوئے اُن کی رہائی کے لئے اپنے مولیٰ کے حضور میں کشکول لئے کھڑے تھے ؎

خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا!
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

یہ پُرمسرت اطلاع جہاں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، لواحقینِ اسیرانِ راہِ مولیٰ اور عالمگیر جماعتِ احمدیہ کے دلوں کو فرحت اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہے۔ ساتھ ہی رہ رہ کر دلوں میں یہ احساس بھی کسی نشتر کی طرح تکلیف پہنچاتا ہے کہ یہ معصوم و مظلوم جن کو بغیر کسی قصور و جرم کے دس سال تک جسمانی اور ذہنی تکالیف پہنچائی گئیں۔ اور چار سال تک جن کی گردنوں پر موت کی تلوار لٹکتی رہی اور جن بے قصوروں کے اہلِ خاندان بالخصوص والدین اور بیوی بچوں نے جو سخت ذہنی کوفت محسوس کی، کیا اس کا بھی کچھ مداوا پاکستان کے حکام اور عدلیہ کے پاس ہے؟

اب اس کا حل تو صرف یہی ہے کہ اگر انہوں نے اس کیس کو جھوٹا سمجھ کر آج اسیرانِ ساہیوال کو رہا کیا ہے تو یقین جانیں کہ پاکستان بھر کی جیلوں میں جو بھی احمدی صرف اور صرف احمدی ہونے کی بناء پر قید ہیں وہ سب بے قصور ہیں، خدا کے لئے انہیں چھوڑ دیں اس ظلم کو بند کر دیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو شاید یہی ایک طریقہ ایسا ہوگا کہ جس کے نتیجہ میں ساہیوال کے بے قصور و مظلوم احمدی گزشتہ دس سال میں جیلوں میں ان پر کئے گئے مظالم کو اپنے باقی بھائیوں کی خوشی میں بھول جائیں ---!!

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ دورانِ اسیری ان اسیرانِ راہِ مولیٰ پر عام قیدیوں کی نسبت سخت تشدد کیا گیا ہے۔ انہیں نہایت گندی بدبودار اور تنگ جگہوں پر ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پہنا کر رکھا گیا۔ کپڑے، فروٹ اور کھانے پینے کی معمولی معمولی چیزیں

خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا

منظوم کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جو ۲۸ جولائی ۱۹۹۱ء بروز اتوار جلسہ سالانہ برطانیہ کے آخری اجلاس میں پڑھا گیا۔
اس کا ایک ایک شعر حضور انور کی قبولیتِ دعا کا ایک تازہ نشان ہے۔ (ادارہ)

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے — شاید کہ یہ آغوشِ جدائی میں پلا ہے
غم دے کے کسے فکرِ مریضِ شبِ غم ہے — یہ کون ہے جو درد میں رس گھول رہا ہے
یہ کس نے میرے درد کو جینے کی طلب دی — دِل کس کے لئے عمرِ خضر مانگ رہا ہے
ہر روز نئے فکر ہیں ہر شب ہیں نئے غم — یا رب یہ میرا دل ہے کہ مہمان سرا ہے
ہیں کس کے بدن دیس میں پابندِ سلاسل — پردیس میں اِک رُوح گرفتارِ بلا ہے
کیا تم کو خبر ہے رہِ مولیٰ کے اسیرو! — تم سے مجھے اِک رشتۂ جاں سب سے سوا ہے
آجاتے ہو کرتے ہو ملاقات شب و روز — یہ سلسلۂ ربطِ بہم صبح و مسا ہے
اَے تنگیٔ زنداں کے ستائے ہُوئے مہماں — وا چشم ہے۔ دل باز۔ درِ سینہ کُھلا ہے
تم نے میری جلوت میں نئے رنگ بھرے ہیں — تم نے میری تنہائیوں میں ساتھ دیا ہے
تم چاندنی راتوں میں میرے پاس رہے ہو — تم سے میری نقرئی صُبحوں میں ضیا ہے
کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج — کیا روزِ قیامت ہے کہ اِک حشر بپا ہے
یادِ دل کے مُسافر ہو، تمنّاؤں کے پیکر — بھر دیتے ہو دل پھر بھی وہی ایک خلا ہے
سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی — پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے
یا رب یہ گدا تیرے ہی در کا ہے سوالی — جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے
گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولیٰ کی خاطر — مدت سے فقیر ایک دُعا مانگ رہا ہے
جس رہ پہ وہ کھوئے گئے اُس رہ میں گدا ایک — کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے
خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا — کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خدا، میرا خدا ہے

○

بھی اندر پہنچانے نہ دی گئیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ طرح طرح کی پولیس والی گندی گالیاں اور غلاظت بک بک کر انہیں ذہنی تکالیف دی گئیں۔ مار پیٹ کی گئی۔ تشدد کیا گیا۔ ہر طرح سے ہراساں کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ وہ ظلم ڈھایا گیا کہ جسے دیکھ سن کر انسانیت بھی شرمندہ ہو جائے۔ اس تمام تر ظلم کی وجہ صرف یہ تھی کہ کسی طرح مجبور و مظلوم احمدی یہ جھوٹ بول دیں کہ ان کے خلیفہ نے اور ان کی جماعت کے عہدیداران نے انہیں ظلم و بغاوت کی تعلیم دی ہے۔ مکرم رانا نعیم الدین صاحب پر تو خاص طور پر اس بناء پر تشدد کیا گیا کہ وہ حضرت امیر المومنین کے باڈی گارڈ بھی رہے۔

خیر جو بھی بیتا بیت گیا۔ اور ایسا ہونا بھی تھا کیونکہ الٰہی نوشتوں میں پہلے سے ہی ان مظالم کی خبر دی گئی تھی کہ جب مسیح آئے گا تو اُسے اور اُس کے ماننے والوں کو سخت تکالیف دی جائیں گی، ستایا جائے گا۔ جیلوں میں گھسیٹا جائے گا۔ قتل کیا جائے گا۔ اور گزشتہ سو سال میں احمدی ان مصائب و مشکلات کو محض اور محض خدائے قدوس کے نام کی خاطر برداشت کر رہے ہیں۔

اس موقع پر ہم یہ بھی صاف صاف کہنا چاہیں گے کہ اس رہائی میں کسی عدالت یا کسی انسان کے کسی رحم کا کوئی سوال نہیں۔ یہ صرف اور صرف ہمارے مولیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے۔ اسی طرح سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ اور عالمگیر جماعتِ احمدیہ کی دن رات کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ بالخصوص یہ رمضان حضور انور اور احبابِ جماعت نے جس رقت وگریہ اور سوز و گداز سے گزارا ہے اس نے احکم الحاکمین کے افضال کو جذب کیا ہے۔ اور اس کے فضلوں کی یہ بارش نازل ہوئی ہے۔ ورنہ جہاں تک پاکستان کے ظالم حکام اور وہاں کی عدالتوں کا تعلق ہے گزشتہ بیس سال سے احمدیوں کو جھوٹے مقدمات میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ زندانوں میں بند کیا جا رہا ہے۔ کلمہ پڑھنے، نماز پڑھنے، اذان دینے اور روزے رکھنے سے منع کیا جا رہا ہے۔

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۱ پر)

خطبہ جمعہ

ذکرِ الٰہی وہی ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے سیکھا اور اپنی ذات میں جاری کر کے دکھا دیا

اسی ذکر کو پکڑیں اسی میں ساری کامیابی ہے وہی خدا سے دوستی بنانے کا ایک وسیلہ ہے

ذکر کے تعلق میں مختلف فرقوں کی بدعات اور اصل ذکرِ الٰہی کا ایمان افروز تذکرہ

از سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۶ نبوت (نومبر) ۱۳۷۲ ہش / ۱۹۹۳ء بمقام مسجد فضل لندن

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی -

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ○
اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا
لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ○
(طٰہٰ ۱۴: ۱۶)

پھر فرمایا:-

ذکر کے مضمون میں جہاں میں نے گزشتہ خطبہ کو ختم کیا تھا اس سے آگے آج انشاء اللہ مضمون کو چلاؤں گا لیکن اب جیسا کہ روز مرہ کا ایک رواج بن چکا ہے اور ایک مجبوری بھی ہے کیونکہ دنیا میں جو مختلف اجتماعات ہو رہے ہیں ان کی طرف سے ایسی خواہش کے اظہار ملتے ہیں کہ ہمارا ذکر خیر بھی اس مجلس میں چلے تاکہ سب دنیا سے ہمیں دعائیں ملیں۔ پس اس پہلو سے اگر تھوڑا سا وقت ہر جمعے پر ان کے ذکر میں خرچ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ ان سب کے اجتماعات کو جن کی میں آگے فہرست پڑھتا ہوں اور ان کی تفصیل بیان کروں گا اپنے فضل کے ساتھ اپنے ذکر کی آماجگاہ بنائے۔ آج خصوصیت سے ان اجتماعات کے لئے یہ دعا کرنی چاہئے کہ یہ ساری مجلسیں اللہ کے ذکر کی مجلسیں بن جائیں اور آئندہ بھی ہمارے اجتماعات ہمیشہ ذکر کے لئے خالص ہو جایا کریں۔

ذکر کے سلسلہ میں میں خصوصیت سے یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور یہی مضمون میرے خطبے کا ہو گا کہ سب سے اہم ذکر عبادت کا قیام ہے۔ یعنی اس نماز کا قیام ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا اور جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک سیرت میں جاری کر کے دکھایا ہے۔ سب سے اعلیٰ سب سے افضل سب سے بہتر ذکر وہی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو پھر باقی ذکر کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ پس نمازوں پر بہت زور دیں

اجتماعات کے لئے دعا

وہ اجتماعات جو آج ہو رہے ہیں یا کل شروع ہوں گے۔ ان سے پہلے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے ایک یادداشت دی ہے کہ گزشتہ خطبے پر تین اجتماعات کا ذکر نہیں ہو سکا تھا جن کو ان کی طرف سے شکوہ آیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ان کا نام آج لے دیا جائے خواہ اجتماعات پہلے ہو چکے ہوں پس مجالس انصار اللہ ضلع سکھر، قصور اور ساہیوال کے یہ تین سالانہ اجتماعات تھے جن کا ذکر رہ گیا تھا۔

مجلس انصار اللہ ضلع مظفر گڑھ کا ایک روزہ سالانہ اجتماع آج ۲۶ نومبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ مجلس انصار اللہ ہیمبرگ کا ریجنل سالانہ اجتماع کل منعقد ہو گا انشاء اللہ۔ مجلس خدام الاحمدیہ سری لنکا کا سالانہ اجتماع پرسوں ۲۸ نومبر کو منعقد ہو گا اس کے علاوہ آج مانچسٹر میں لجنہ اماء اللہ کی بھی کوئی میٹنگ ہے یا اجتماع ہے انہوں نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان کو بھی دعا میں یاد رکھیں۔

نماز کے فوائد

جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا کہ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولذکر اللہ اکبر" کہ اللہ کا ذکر اکبر ہے اس سے بعض صوفیاء نے اور بعض مفسرین نے یہ مطلب بھی نکالا ہے کہ نماز کے مقابل پر اللہ کا ذکر جو ساری زندگی پر پھیلا پڑا ہو وہ اکبر ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ آیت میں آپ کے سامنے دوبارہ پڑھ کر سناتا ہوں اور اس کی ترتیب سے آپ خود ہی سمجھ جائیں گے یا سمجھ جانا چاہئے کہ یہاں نماز کے ذکر کا تذکرہ چل رہا ہے نماز سے باہر کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ (۲۹: ۴۶)

اس میں سے پڑھ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ جو تجھ پر وحی کی جا رہی ہے۔ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اور سب سے اہم مضمون کتاب میں نماز کے قیام کا مضمون ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ
وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

نماز کے فوائد میں سے یہ دو فوائد ہیں کہ نماز فحشاء سے روکتی ہے اور منکر سے روکتی ہے ٭٭ ولذکر اللہ اکبر۔ لیکن سب سے بڑا فائدہ نماز کا یہ ہے کہ تمہیں ذکر عطا کرتی ہے اور ذکر ان سب چیزوں سے بڑا ہے۔ (اس میں) ایسی ترتیب ہے جس کا تعلق اسی مضمون سے ہے جو میں پہلے بیان کرتا آیا ہوں یعنی پہلے تبتل الی اللہ ہوتا ہے پھر ذکر چلتا ہے فحشاء کے ساتھ اگر تعلق جڑا رہے اور ناپسندیدہ باتیں دل میں جمی رہیں تو پھر ذکر اللہ کا کیا سوال پیدا ہو گا؟ پس فرمایا کہ نماز پہلے تمہیں پاک صاف کرتی ہے تمہارے زنگ دھوتی ہے جس طرح قلعی گر کو برتن دیئے جاتے ہیں تو پہلے وہ تیزاب سے اس کے گند اتارتا ہے اور جب وہ اس قابل ہو جائیں کہ قلعی کو قبول کریں تو پھر قلعی کا زنگ چڑھایا جاتا ہے۔ پس یہ قرآن کریم کا طرزِ بیان ہے اس سے یہ معنی نکالنا کہ گویا نماز کے ذکر کو چھوڑ کر نماز سے باہر کے ذکر کی بات شروع ہو گئی ہے اور "ولذکر اللہ اکبر" کہہ کر بیان فرمایا کہ نماز تو بری

٭٭ اب یہ دو منفی صفات ہیں جن کا ذکر اگر یہیں بات ختم سمجھی جائے اور نماز کے علاوہ کسی اور بات کا ذکر شروع ہو جائے تو گویا نماز کا مقصد صرف بعض چیزوں سے روکنا ہے

بعض فوائد عطا کرنا نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی پیدا ہونی ہی نہیں چاہئے کیونکہ قرآن کریم کے بیان کا انداز یہ ہے کہ نماز فحشاء سے روکتی ہے منکر سے روکتی ہے۔

باتوں سے روکے گی لیکن جب نماز سے فارغ ہو جاؤ گے اور پھر ذکر کرو گے تو وہ بہت بڑی بات ہے۔

قرآن کریم کی جو آیات میں نے آپ کے سامنے پڑھ کے سنائی ہیں ان میں بھی یہی مضمون ہے کہ ذکر کا تعلق نماز سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی (۲۰: ۱۴)

تجھے میں نے چن لیا ہے پس غور سے اس بات کو سن جو تجھ پر وحی کی جا رہی ہے

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ
وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (۲۰: ۱۵)

یقیناً میں ہی وہ خدا ہوں جو ایک ہی ہے "لا الٰہ الا انا" میرے سوا کوئی خدا نہیں کوئی معبود نہیں "فاعْبُدْنِیْ" پس میری عبادت کر "وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" اور نماز کو قائم کر۔ میری عبادت کر اور نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کر۔

پس عبادت کا تو مقصد ہی ذکر کا قیام ہے اور اگر ذکر نہ ہو تو عبادت ایک خالی کھوکھلا برتن رہ جاتی ہے۔ پس "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" کا تعلق قیام صلوٰۃ سے ہے اور جملہ عبادات سے ہے لیکن ذکر الٰہی نماز میں تب نصیب ہوگا اگر پہلے اپنے دل کو فحشاء اور منکر سے پاک کر لیں یہ وہ مضمون ہے جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اسے خوب غور سے سمجھ کر پھر نماز کو قائم کرنا چاہئیے۔

ذکر الٰہی کیسے قائم ہو سکتا ہے

اب آپ دیکھیں کہ اگر نماز پڑھتے وقت ایک انسان کا قلبی تعلق بے ہودہ باتوں سے جڑا رہا ہو وہ کہیں سے دامن چھڑا کر آیا ہے لیکن دل وہیں اٹکا ہوا ہے تو عبادت میں ذکر الٰہی کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ چند فقرے منہ سے وہ نکالے گا تو پھر ذہن ان چیزوں کی طرف لوٹ جائے گا جہاں دل اٹکا پڑا ہے۔ کہیں پیاروں کی یاد آئے گی کہیں تجارت کے مسائل ان کے ذہن کو اپنی طرف کھینچ لیں گے کہیں کوئی ٹیلی ویژن کے پروگرام اس کو اپنی طرف مائل کر لیں گے کہیں کوئی کھیلیں یا اور دلچسپیوں کے مشاغل سیر و تفریح کی باتیں اسے اپنی طرف مائل کر لیں گی اور کھینچ لیں گی تو ذکر الٰہی کا بے چارے کو کہاں سے موقع ملے گا۔

ذکر الٰہی کا مضمون تو یہ ہے کہ ہر حالت میں انسان کا دماغ اس حالت سے چھلانگ لگا کر اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جائے اور قرآن کریم نے ذکر کا مضمون اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا
وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳: ۱۹۲)

وہ زمین آسمان کو دیکھتے ہیں اور اس کی سیر کرتے ہیں اور اس کے حسن سے لذت یاب ہوتے ہیں لیکن اس طرح کہ ذہن ان چیزوں کو دیکھ کر خدا کی طرف دوڑتا ہے اور دل اللہ کی طرف اچھلتا ہے اور ہر بات سے ان کو اللہ یاد آنے لگ جاتا ہے پھر راتوں کو سوتے ہوؤں کا نقشہ یہ کھینچا

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲: ۱۷)

کہ ان کے پہلو نیند کی لذتوں کے باوجود بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں کس حالت میں الگ ہوتے ہیں یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اپنے رب کو وہ پکار رہے ہوتے ہیں، خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی۔

تو ذکر الٰہی ساری زندگی پر حاوی ضرور ہے لیکن مراد یہ ہے کہ زندگی کا ہر شغل، زندگی کا ہر مشغلہ، زندگی کی ہر دلچسپی اللہ کی طرف ذہن کو مائل کر دے اور دل اس طرح اس طرف اچھلے جس طرح بچہ ماں کی چھاتیوں کی طرف دودھ کے لئے اچھلتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ یہاں ذکر ختم ہو جائے گا اور یہی ذکر کافی ہے۔ یہ ساری چیزیں نماز کی تیاری کے لئے ہیں اگر یہ ماحول قائم ہوگا تو پھر نماز میں ذکر قائم ہو سکے گا ورنہ نہیں ہوگا اور نماز میں یوں لگے گا کہ عارضی طور پر ہم ان دنیا کی لذتوں سے چھٹی لے کر آئے ہیں اور یہاں سلام پھیرا وہاں اللہ میاں کو سلام اور واپس دنیا میں مائل لیکن خدا نے جس دنیا کا نقشہ کھینچا ہے وہاں دنیا کا ہر مشغلہ خدا کی طرف پھینک رہا ہے انسان کو اس کی طرف کھینچ رہا ہے اس کی طرف منتقل کر رہا ہے۔

ذکر کے معنی

ذکر الٰہی سے متعلق جو مختلف صوفیاء نے سمجھایا کہا یا اس کے مطابق تعلیم دی اس کا مختصر ذکر کرنے کے بعد پھر میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے قرآن میں بیان فرمودہ ذکر کی تعریف کروں گا اور آپ کو سمجھاؤں گا کہ حقیقی ذکر کیا ہے؟ لیکن اس سے پہلے اہل لغت نے جو قرآن کی مختلف آیات کو دیکھ کر ذکر کے معانی بیان کئے ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ذکر کے معنی ہیں شہرت، نماز، دعا، قرآن کی تلاوت، تسبیح، شکر، اطاعت، اللہ کی حمد و ثنا، شرف اور عزت۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ (۴۳: ۴۵)

دیکھو یہ باتیں تیری قوم کی عزت و شرف کے لئے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ تو ہیں مختلف تراجم جو ذکر کے مختلف محل اور موقع کے مطابق کئے گئے ہیں لیکن اس سے بات پوری طرح سمجھ نہیں آ سکتی۔ صرف ترجمے سننے سے تو آپ کو کچھ مضمون سمجھ میں نہیں آئے گا اب میں آپ کے سامنے پہلے صوفیاء اور دیگر بزرگان امت کے حوالے سے ذکر کے اس مضمون کو پیش کرتا ہوں جو انہوں نے سمجھا اور اس پر عمل کیا اور اس پر لوگوں کو عمل کی طرف بلایا لیکن اس سے پہلے میں آپ کو بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ بہت سے ایسے ذکر کرنے والے فرقے پیدا ہوئے جو ذکر کے مفہوم کو پوری طرح سمجھ نہ سکے یا آغاز میں خالصۃً اللہ کے ذکر کا ایک سلسلہ جاری کیا گیا لیکن بعد میں آنے والے اس مضمون سے غافل ہو کر رسم و رواج کے پابند ہو کے رہ گئے اور ذکر کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ ان سب فرقوں پر اسی آیت "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں جو فرمایا گیا ہے "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" کہ اللہ کا ذکر بڑا ہے تو اس سے بعض صوفیاء نے یہ سمجھ لیا کہ نماز جو ہے وہ نسبتاً معمولی حیثیت کی چیز ہے اگر ذکر میں مشغول ہو جاؤ تو پھر نماز کی ضرورت باقی نہیں رہتی چنانچہ ظلم کی حد ہے کہ ایسے فرقے بھی ایجاد ہوئے جنہوں نے امت کو نمازوں سے تائب ہونے کی تلقین کی اور کہا کہ دن رات ذکر میں مصروف رہو نماز کی کوئی ضرورت نہیں یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ذکر ایجاد کرنے کی کوششیں کی گئیں اور وہی مضمون ان پر صادق آیا کہ ماں سے زیادہ چاہے پھپھے کٹنی کہلائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر سیکھیں

ذکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنا ہے جن کو اللہ نے مجسم ذکر قرار دیا یعنی ایسا وجود ہے جس کے وجود میں

اور ذکر میں فرق کوئی نہیں رہا۔ ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں۔ جس طرح لوہا مقناطیس بن جاتا ہے اسے لوہا بھی کہہ سکتے ہیں اور مقناطیس بھی کہہ سکتے ہیں۔ لوہا جب آگ میں پڑ کر سرخ ہو جاتا ہے اور آگ کی حرارت کو اپنا لیتا ہے تو آگ اور لوہے میں فرق کوئی نہیں رہتا۔ پس قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم ذکر الٰہی تھے۔ پس ذکر سیکھنا ہے تو آپ سے سیکھیں اور آپ نے قیام نماز پہ اتنا زور دیا ہے کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہمیشہ نماز میں اٹکا رہتا تھا ایک نماز اور دوسری نماز کے درمیان ہر وقت دل میں یہ تمنا تھی کہ پھر میں دوبارہ مسجد میں باقاعدہ نماز کے لئے جاؤں اور اسی کیفیت میں راتوں کو اٹھتے تھے اور بعض دفعہ راتیں اس طرح جاگ کر گزاری ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حکماً آپ کو روکا کہ اتنی عبادت نہ کیا کرو کچھ کم کرلو اور بدلتے ہوئے وقتوں کے لحاظ سے کبھی کچھ زیادہ کرلی لیکن آرام کے لئے بھی وقت رکھو۔

پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر اس کے حوالے کے بغیر جب بھی قرآن کریم پہ غور ہوگا تو وہاں دھوکے کا امکان ہے جو بعض دفعہ واضح اور بعض دفعہ یقینی ہوجایا کرتا ہے پس میں جو مثالیں دوں گا اس سے یہ مراد نہیں کہ قرآن کریم نے یہ ذکر پیش کئے تھے۔ قرآن کریم نے وہی ذکر پیش کئے ہیں جو ہمیں سنت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتے ہیں ان کے سوا ذکر کی کوئی حقیقت نہیں ہے مگر بعض ایسے بزرگ تھے جنہوں نے وقت کی ضرورت کے لحاظ سے بعض دفعہ ذکر کو عام لوگوں کے لئے آسان بنانے کے لئے کچھ ترکیبیں سوچیں۔ میں سمجھتا ہوں ان پر حرف نہیں ہے وہ خود بزرگ تھے۔ نیک لوگ تھے اگر سوچ میں یا سمجھ میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالےٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے لیکن ان کے ذہن میں غالباً ایسے نو مسلم تھے جن پر عبادت آسان نہیں تھی۔ پس آغاز میں انہوں نے عبادت سے تو نہیں روکا ہوگا۔ میں ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ ان سلسلوں کے جو بانی مبانی تھے انہوں نے عبادت کے مقابل پہ ذکر پیش کیا ہوگا لیکن عبادت کا چسکا پیدا کرنے کے لئے، عبادت سے تعلق جوڑنے کے لئے، انہوں نے ذکر کی بعض ایسی صورتیں پیش کیں جس سے عامۃ الناس کو ذکر میں دلچسپی پیدا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں پھر عبادت میں بھی لذت آنی شروع ہو جائے مگر بعد میں آنے والوں نے ان باتوں کو بگاڑ لیا۔ اب میں ان سلسلوں کا مختصراً ذکر کروں گا۔

سلسلہ چشتیہ کا ذکر

چشتیہ ایک مشہور سلسلہ ہے ان کے ہاں کلمہ شہادت پڑھتے وقت "الا اللہ" پر خاص زور دیا جاتا ہے اور اس کو وہ ضربیں لگانا کہتے ہیں لا الہ الا اللہ۔ الا اللہ۔ اور یہ ضربیں لگاتے لگاتے وہ نفسیاتی طور پر اتنے مرعوب ہوجاتے ہیں کہ ان کو یوں لگتا ہے گویا ہر ضرب دل پر لگ رہی ہے سارا وجود کانپنے لگ جاتا ہے اور جب آپ ان کو یہ کرتے دیکھیں تو واقعتہً لگتا ہے کہ وہ ذکر سے پوری طرح مغلوب ہو چکے ہیں لیکن یہ ضربیں آپ کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کبھی دکھائی نہیں دیں گی۔ صحابہؓ کے اندر آپ کو یہ ضربیں دکھائی نہیں دیں گی اس لئے جو بھی رعب کا نظارہ ہے یہ ظاہری آنکھ کا ہے۔ بگڑے ہوئے وقتوں میں سادہ لوح لوگ ان باتوں سے بہت مرعوب ہوجاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو یہ ہے ذکر۔ ذکر کر رہا تھا اور تڑپ اٹھا! اور اس کا بدن لرزنے لگ گیا۔ لیکن اگر اس ذکر کے سوا اسی طریق پہ اور لفظ کہہ کر ضربیں لگاؤ تو کیا اس سے بھی اسی قسم کا نتیجہ نکل سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ نفسیاتی کیفیات ہیں۔ ذکر حقیقی اگر ملے گا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ملے گا۔ وہاں بھی بدن کا رواں رواں کانپنے لگتا ہے اور ساری جلد متحرک ہو جاتی ہے۔ اس ذکر سے جس کو آپ حضرت محمد رسول اللہ کی زبان سے سنیں گے اور اس کیفیت سے جو کیفیت آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی غلامی میں آپ کے صحابہؓ کی ہوا کرتی تھی اس سے بھی دل لرز اٹھتے ہیں۔

اب یہ جو لوگ ہیں یہ عموماً ان الفاظ کو دہراتے ہیں اور سر اور جسم کے بالائی حصے کو حرکت دیتے ہیں۔ ان لوگوں میں شیعہ حضرات کثرت سے ہیں۔ ان کی امتیازی خصوصیت سماع کا رواج ہے۔ کہتے ہیں سماع یعنی گانوں کی صورت میں، نغموں کی صورت میں اگر ذکر سنا جائے تو ایک وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ بعض دفعہ اس وجدانی کیفیت میں یہ لوگ تھک کر چور ہوجاتے ہیں۔ عموماً یہ لوگ رنگدار کپڑے پہنتے ہیں اور ان میں زیادہ تر بادامی رنگ کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ان کے آگے اور بہت سے سلسلے ہیں۔ ایک چشتیہ نظامیہ ہے جس کو ہندوستان میں بہت شہرت ہوئی اور دہلی میں حضرت خواجہ حسن نظامی کا جو سلسلہ ہے اس کا تعلق اسی چشتیہ نظامیہ سے ہے خواجہ حسن نظامی کے الفاظ میں سنئے۔ وہ لکھتے ہیں "اول بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے" یعنی انھوں نے ذکر کے کیا طریق اختیار کئے "اول بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے" کہاں قرآن و حدیث سے یہ بارہ روز کی خلوت ملتی ہے ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ ہر سال ایک مہینے کے دس دن کیلئے مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہ وہ ذکر کا طریق ہے جو ہم نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سیکھا اور جس کا قرآن میں ذکر ہے اور قرآن پر مبنی ذکر ہے مگر اب نئی نئی ایجادیں سنئے۔ کہتے ہیں " اول بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے ہر روز تیس مرتبہ دعا حزب البحر پڑھنی چاہئے شروع کرنے سے پہلے ایک دائرہ کھینچا جائے جس میں داخل ہونے کا ایسا راستہ رکھیں کہ داخل ہوتے وقت عامل کا رخ قبلے کی جانب ہو" اب صاف پتا چلتا ہے کہ ہندوستان کے اندر جو جنتر منتر کے طریق رائج تھے، جو جادو کے طریق رائج تھے ان سے متاثر ہو کر ان صوفیوں نے اس قسم کی لغو چیزیں ایجاد کرلیں جن کا نہ قرآن سے تعلق، نہ سنت سے تعلق، عقل ان کو تسلیم کر سکتی ہے۔ " جب داخل ہو جاؤ تو لکیر کھینچ کر داخلی دروازہ بند کرلو تو گویا کہ اب شیطان وہاں داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر کہتے ہیں کہ " جب عمل پڑھ چکو تو فولاد کی چھری یا چاقو سے دائرہ کا منہ کاٹ کر اپنے باہر نکلنے کا راستہ بناؤ۔ یعنی ذکر و فکر سے فارغ ہونے کے بعد جو لکیر کھینچی ہے اس کا چاقو سے، (فولاد کا چاقو بہتر رہے گا) کاٹا جائے اور باہر نکلنے کا رستہ بنایا جائے۔ ورنہ ریشمی ڈورے کا دائرہ بنالیا جائے اور دائرہ بناتے وقت آیت الکرسی پڑھی جائے اور دوران عمل میں غذا جو کی روٹی ہونی چاہئے اور صاحب الحزب حضرت ابوالحسن کی روح سے پہلے اپنے خیال میں اجازت لے لینی چاہئے۔ اے ابوالحسن! میں اللہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اجازت ہے نا۔ اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ آگے سے بولے گا کون؟ کیا فرق پڑتا ہے۔ صرف کہنا ہی کافی ہے کہ اجازت دے دو اور ساتھ ہی اجازت مل گئی۔

(کتاب اعمال حزب البحر نوشتہ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی اشاعت نہم جولائی ۱۹۴۰ء دہلی)

ذکر الٰہی کا نقشبندیہ طریق

ذکر الٰہی کا ایک نقشبندیہ طریق بھی ہے اور جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے نقشبندیہ یقیناً آغاز میں سب سے بہتر تھا اور سنت سے ہٹا ہوا نہیں تھا لیکن بعد میں تصور شیخ کے داخل ہونے نے ان کو مسلک سے کچھ ہٹا دیا۔ وہ ذکر جلی کے خلاف ہیں یہ جو آوازیں نکالنا اور حرکتیں کرنا ہے یہ اس کے خلاف ہیں۔ ذکر خفی کو جائز سمجھتے ہیں۔ مراقبہ میں سر کو جھکائے آنکھوں کو زمین پر لگائے خدا تعالےٰ کی یاد میں محو ہونے کا ایک طریق ان میں رائج ہوا۔ موسیقی اور سماع کے سخت خلاف ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں یہ سنت سے ہٹی ہوئی چیزیں ہیں اور ان کا بد اثر پڑ سکتا ہے۔ احکام شریعت پر سختی سے عامل ہیں۔ ان کے ہاں

مرشد اپنے مریدوں سے علیحدہ نہیں بیٹھتا بلکہ حلقے میں ان کا شریک ہو کر بیٹھتا ہے اور توجہ الی الباطل سے ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ یہ آغاز میں ان کا طریق تھا اور یہی وہ فرقہ ہے نقشبندیہ جس نے روس میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی اور روس کی پچھلے ایک سو سالہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں اسلام کو زندہ رکھنے اور قائم رکھنے میں سب سے اہم کردار نقشبندی فرقے نے ادا کیا ہے اور یہ جو فرقہ ہے اس کی کم سے کم روس میں جو شاخیں تھیں وہ اس قسم کے صوفی نہیں تھے کہ جو عمل سے ہٹ کر اپنے آپ کو مسجدوں میں یا بعض گوشوں میں محو کر دیا کرتے ہوں۔ یہ عملی زندگی میں حصہ لیتے تھے جہاد کے قائل تھے اور سب سے زیادہ زار کی حکومت کے خلاف یا بعد میں اشتراکی حکومت کے خلاف اسلام کی طرف سے جو کوئی جوابی کارروائی ہوئی ہے وہ سب سے زیادہ اسی نقشبندی فرقے کی راہنمائی میں ہوئی ہے اور سب سے زیادہ ان سے روس کا زار ڈرا کرتا تھا چنانچہ نقشبندی فرقہ کے متعلق یہ جو خاص پہلو ہے یہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ یہ غور اور فکر اور اپنے دل میں ڈوب کر اللہ تعالے کی صفات کو اپنے دل پر اور اپنی رگ و پے میں نقش کرنے کا نام ہے یہاں تک تو اس میں کوئی خرابی نہیں لیکن افسوس ہے کہ بعد ازاں وہ شیخ جو ان میں بیٹھا کرتا تھا اس کی طرف جب یہ طاقت منسوب ہوئی کہ وہ اپنے غور اور فکر سے، اپنی اندرونی طاقتوں سے دوسروں کے دلوں میں نقش کو جاری کرتا ہے تو اس سے بدعتیں شروع ہو گئیں اور بعد ازاں یہ کیفیت ہوئی کہ تصور اللہ کی بجائے تصور شیخ نے جگہ بنالی اور اس فرقے میں یہ ہدایت کی گئی کہ تم جب بیٹھو تو خدا کی بجائے شیخ کا تصور کرو اور شیخ کی مدد کرو کہ وہ خدا کا تصور تمہارے اندر داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس طرح یہ فرقہ بھی جس کا آغاز خالصتاً شریعت پر تھا اور نیک نیتی پر تھا یہ بھی رفتہ رفتہ بگڑتا ہوا ایک بدعت بن گیا۔

فرقہ قادریہ کا طریق ذکر

قادریہ فرقہ بیشتر سنی اسلام سے تعلق رکھتا ہے اور بہت سے مولوی جو ہندو پاکستان میں ملتے ہیں وہ اس قادریہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ قادری سماع کی بعض شکلوں کے مخالف ہیں۔ ان کے حلقوں میں موسیقی کو کوئی جگہ نہیں ہے عام طور پر سبز رنگ کی پگڑی پہنتے ہیں اور لباس کا کوئی نہ کوئی حصہ بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ درود شریف کو اہمیت دیتے ہیں ان کے ہاں ذکر خفی اور ذکر جلی دونوں جائز ہیں۔ پس اس پہلو سے جہاں تک یہ باتیں ہیں ان میں کوئی بھی قابل اعتراض بات نہیں ہے یہ عین سنت کے مطابق ہے۔ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ کا پاک اثر ہے کہ بہت دیر تک یہ فرقہ ان بدعات سے بچا رہا جو دیگر صوفی فرقوں میں جا پا گئیں لیکن بعد کے زمانے کے مولویوں نے اس فرقے کی طرف اور ان کے فلسفے کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کر دیں کہ اس سے یہ فرقہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ توحید سے شروع ہو کر شرک پر جا پہنچا اور اس پاک اور شفاف پانی کو بھی گندے پانی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کی مثالیں میں آخر پر آپ کے سامنے رکھوں گا۔

سہروردیہ فرقہ کا طریق ذکر

سہروردیہ فرقہ بھی صوفیاء کے ان چار اہم بنیادی فرقوں میں سے ایک ہے۔ ان کے ہاں ذکر ہی چلتا ہے لیکن ایک خاص طریق انہوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ سانس بند کر کے ہو کا ورد کرتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ اور وہاں تک دم روک لیا اور جب پورے زور کے ساتھ سانس نکلتا ہے تو ہو کی آواز اٹھتی ہے تو یہ پھر ہو کے ذریعے گویا خدا تعالیٰ کی ذات واحد پر زور دیتے ہیں۔ اس طرح ہو کا رواج دینے میں غالباً ہندوستان کے سادہ لوح لوگوں کے لئے ایک خاص کشش ہو گی کیونکہ اٹھتی ہو کی آواز جب ایک جماعت سے نکلے تو لازماً اثر تو ہونا ہے مگر یہ فرقہ نہیں تک محدود ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی باقی صفات پر غور کرنا، ان سے استفادہ کرنا، ان کو اپنے دل پر نقش کرنا یہ ساری باتیں تو ایک طرف رہ گئیں بس ہو ہی ہو باقی رہ گیا۔ قادیان میں مجھے یاد ہے وہ دوست غالباً اسی فرقے کے تھے جن کو ہم "بابا ہی" کہا کرتے تھے ہو کی بجائے ان کی آواز "ہی" نکلا کرتی تھی اور بعض لوگ کہتے تھے کہ اصل میں چھینک آتی تھی تو اس کی وجہ سے "ہی" نکلتی تھی مگر بعض سمجھتے تھے کہ نہیں یہ "ہو" ہی ہے۔ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں مگر "ہو" والی آواز میں نے سنی ہوئی ہے جب یہ رکا ہوا دم ایک دم چھٹتا ہے تو بڑے زور سے "ہو" کی آواز اٹھتی ہے لیکن اس فرقے میں ویسے عام طور پر کوئی بدرسمیں داخل نہیں ہوئیں۔ سماع سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ نغموں وغیرہ کے ذریعے ذکر کو پسند نہیں کرتے اور تلاوت قرآن کریم پر زور دیتے ہیں جو ایک بہت اچھی بات ہے۔

آغاخانی طریق ذکر

اب میں بعض دوسرے غیر صوفی فرقوں کی مثال دیتا ہوں۔ ان میں آغا خانی کا طریق ذکر خاص اہمیت کا حامل ہے اس کو سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ ذکر عملاً اسلام کی تعلیم سے بہت زیادہ دور جا چکا ہے اور واضح طور پر شرک میں تبدیل ہو گیا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ علماء کے نزدیک یہ سارے کے سارے ابھی تک بہتر (۷۲) فرقے کی تھیلی میں داخل ہیں۔ ان کے اسلام پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس حد تک نہیں ہے کہ اسمبلیوں میں قانون پاس ہوں اور ان کو دھکے دے کر باہر نکالا جائے۔ یہ ساری باتیں ابھی تک اسلام میں قابل قبول ہیں۔ اسماعیلی فرقہ کے پیشوا اور موجودہ امام ظاہر پرنس آغا کے دادا ہز ہائی نس سر آغا سلطان محمد شاہ نے بذریعہ خط اپنے مریدوں کو تعلیم دی اور وہ تعلیم اس نصیحت سے شروع ہوتی ہے کہ نماز پڑھو (اور رفتہ رفتہ اس نماز کا انداز بھی سکھایا جاتا ہے اور نماز میں کیا پڑھنا ہے؟ یہ بھی بتایا جاتا ہے) وہ فرماتے ہیں "نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ خدا تم کو برکت دے۔ خدا کا نام لو۔ خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے" خدا سے کیا مراد ہے؟ "خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے۔ بادشاہ! میری شام کی نماز اور دعا قبول کر۔ جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔" یعنی اگر کسی کو یہ وہم ہو کہ یہاں اللہ ہی مراد ہے کہ اللہ کا بھی ایک نام علی ہے۔ تو یہ وہم ہے۔ یہ خود بخود اس کو مٹا دیتے ہیں، باطل کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں "شاہ علی" مراد ہے اور وہ جس کو اس کا حق ملا ہے یعنی ولایت اور خلافت وغیرہ جو اس کا حق تھا وہ اس کو دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں "خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے بادشاہ! میری شام کی نماز اور دعا قبول کر جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے ہمارے آقا سلطان محمد شاہ! یہ کہہ کر اس کے بعد سجدہ کرو" نیز یہ دعا لکھی ہے کہ "اڑتالیسواں امام دسواں بے عیب اوتار ہمارا خداوند آغا سلطان محمد شاہ دانا۔ یہ کہو اور اس کے بعد سجدہ کرو۔

ذکر اور ذکری فرقہ

ایک ذکری فرقہ بھی ہے جس کا بہت تذکرہ آج کل پاکستان میں ہو رہا ہے اور علماء زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح ذکری فرقے کو بھی اسلام کے دائرے سے خارج قرار دیا جائے۔

یہ لوگ کیا ہیں اور ان میں کونسی بنیادی خرابی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

اس فرقے کا طریق یہ ہے کہ دن میں تقریباً دو ہزار مرتبہ

لا الہ الا اللہ

پڑھتے ہیں۔ ایمان مجمل اور ایمان مفصل پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے ذکر کے کلمات جیسی ربی جل اللہ۔ اللہ ھو۔ اللہ ھو نبا (از درازی صفحہ ۱۱ عباسی لیتھو آرٹ پریس فیر یشد کراچی سے طبع ہوا ہے)۔ اسی طریقے کے کئی

اور ذکر ہیں جن کے ذریعہ یہ دن رات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ذکری کون ہیں؟

ان کے مطابق مہدی نے دنیا میں آکر نماز، روزہ، حج زکوٰۃ اور دیگر تمام ارکان اسلام کو منسوخ کیا۔ نماز کی جگہ صرف ذکر کا حکم دیا۔ عبادت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ یہ شریعت سے وہ بنیادی انحراف ہے جس کی بنا پر ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کی مہم چل پڑی ہے۔ لیکن یہ مہم حقیقت میں ایک ایسے تعلق میں چلی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حُبّ علی میں نہیں بلکہ بغض معاویہ میں چلی ہے۔ یہ سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ کچھ عرصہ پہلے ذکری علاقے سے منتخب ہونے والے ایک ممبر اسمبلی نے کھل کر جماعت احمدیہ کی تائید کی اور اعلان کیا اور اپنی پریس کانفرنس میں یہ کہا کہ بالکل ظلم ہوا ہے اور زیادتی ہو رہی ہے اور احمدیوں کو اسلام سے خارج کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں تھا۔ اس پر علماء ان کے پیچھے پڑے اور چونکہ ان کا ووٹ ذکری علاقے سے تھا یعنی سیاسی ووٹ ان کو ذکری علاقے سے ملتا تھا اس لئے ان کے خلاف مہم چلاتے ہوئے انہوں نے ذکری فرقہ کی صف لپیٹنے کی کوشش کی ہے۔ وہ تو اللہ کو پیارے ہو گئے مگر جو اللہ کو پیارے نہیں ہوئے یہ ابھی تک ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور عملاً ان کو بغض معاویہ کی وجہ سے ذکریوں سے بیر ہے یعنی جماعت احمدیہ کی دشمنی میں ذکریوں سے بیر ہے ورنہ ان کے ہاں ایسے فرقے ہیں جہاں حیرت انگیز طور پر مشرکانہ عقیدے پائے جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سے صوفی فرقے ہیں جنہوں نے نماز کو غیر ضروری قرار دے دیا ہے ان کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں ہے لیکن ایک بات ہے کہ ذکریوں نے جہاں نماز کو غیر ضروری قرار دیا وہاں پنجگانہ ذکر کو ضروری قرار دیا ہے معلوم ہوتا ہے نماز کی شکل انہوں نے بدلی ہے۔ کلیتہً قرآن سے انحراف نہیں ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "ہر ایک ذکری خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان اس پر پانچ وقت ذکر کرنا فرض ہے۔ جو بھی ذکر نہ کرے وہ اپنے فرض سے غافل ہے"۔ ذکر کثیر کرنے والوں کو ذکری فرقے میں اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ذکر دو طریقوں سے کیا جاتا ہے ایک جلی اور ایک خفی۔ ذکر جلی با جماعت ہوتا ہے اور ذکر خفی اکیلے اکیلے۔ تو ٹھوکر انہوں نے یقیناً کھائی ہے لیکن اتنی نہیں جتنی بعض دوسرے فرقے کھا چکے ہیں اور ان سے موجودہ دور کے علماء کو کوئی عناد نہیں۔

اصحاب الروحانیات کا طریق ذکر

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں۔ ایک فرقہ اصحاب الروحانیات بھی ہے۔ ان کو بھی کبھی اسلام سے خارج نہیں کیا گیا۔ اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ کائنات کا صانع ایک مقدس وجود ہے اور اس کا قرب فرشتوں کی اطاعت کے واسطے سے ہی مل سکتا ہے کیونکہ فرشتے ہی ایسے وجود ہیں جو ہر قسم کی غلطی سے پاک ہیں۔ پس وہ فرشتے ہمارے رب، الٰہ وسیلہ و شفیع ہیں جو ہمیں رب الارباب اور الٰہ الالٰہہ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے ذکر الٰہی سے ملتا ہے۔ اس فرقہ کے نزدیک انبیاء کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ وہ تو ہمارے جیسے انسان ہیں ان کی بجائے ہمیں فرشتوں کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

(الملل والنحل للشہرستانی جلد دوم صفحہ ۹۵ تا ۹۹ برحاشیہ کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ امام ابی محمد علی بن حزم۔ طبع اول)

بریلوی فرقے کا طریق ذکر

اب ان فرقوں کی بات سنیئے جو آج کل دوسروں پر فتوے لگانے میں سب سے پیش پیش ہیں۔ اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں کہ:

" ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے یا اللہ کہتے ہوئے بغیر کشتی کے دجلہ پار کیا۔ یعنی صرف یا اللہ کہتے جاتے تھے اور دجلہ دریا انہوں نے بغیر کشتی کے پار کر لیا۔ ایک شخص نے حضرت کو جاتے دیکھا۔ عرض کی۔ کس طرح آؤں۔ فرمایا یا جنید! یا جنید! کہتا چلا آ۔ جس طرح میں نے یا اللہ کہا ہے تو یا جنید کہتا چلا آ۔ وہ یہی کہتے ہوئے بیچارہ چل پڑا۔ دجلہ پار کر رہا تھا کہ یا اللہ کہنے لگ گیا۔ اس شیطانی وسوسے کے نتیجے میں فوراً غوطے کھانے لگا"

یہ اہل اسلام کا وہ فرقہ ہے جس کی تعداد ہندوستان اور پاکستان میں سب سے زیادہ ہے اور یہ مسلمان ہے۔ کہتے ہیں دیکھو ان نے اللہ کہا۔ اس شیطانی وسوسے کے نتیجے میں وہ غوطے کھانے لگا۔ حضرت جنید نے فرمایا۔ ارے نادان ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک کیسے رسائی ہوگئی۔

" ڈوبتے ہوئے کو آواز دی۔ پاگل کہیں کے ابھی جنید تک تو پہنچا نہیں ہے اللہ تک کیسے پہنچ گیا۔ اسی کی سزا مل رہی ہے تجھے۔ یا اللہ کہنے کی کیسے جرأت ہوئی"۔ (ملفوظات مجدد مائتہ حاضر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی حصہ اول ص ۱۱۷)

فقیر نور محمد سروری قادری نے ایک مجذوب فقیر کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کالو نام کا ان پڑھ جٹ۔ اس نے کسی بزرگ کے فرمان پر سورہ مزمل کا چالیس روز کا چلہ شروع کیا۔ اس مجذوب فقیر کی طرف سے پیغام ملا کہ اگر اسے کلام کا شوق ہے تو یہ سورہ مزمل وغیرہ کا چلہ چھوڑے اس کی جگہ یہ دعا پڑھے۔ وہ چلہ یہ تھا۔ " لا الٰہ من کان۔ الا اللہ تن کان"۔ کوئی مطلب ہی نہیں۔ نہایت ہی لغو اور بے ہودہ۔ " الا اللہ تن کان" اس شخص نے بیان کیا کہ میرے ہر رگ وریشہ اور تمام بدن میں اس قدر غوغا اور شور اور جوش وخروش ہوا کہ گویا اس ذکر کا ایک طوفان برپا ہے اور میرا وجود اس ذکر کی لذت سے معمور ہو گیا۔ (سورہ مزمل جہاں کچھ نہ کر سکی وہاں "تن کان" نے اس کے وجود میں ایک زلزلہ برپا کر دیا) یہ کیفیت اس ذکر الٰہی کی ہے جو ان علماء اور بعض دوسرے لوگوں کی بدقسمتی سے اب مسلمانوں میں رواج پا رہا ہے۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ کا طریق ذکر

اب میں ذکر کے شبت پہلو آپ کے سامنے پیش کرنا شروع کرتا ہوں۔ رسالہ الخورشید یہ میں لکھا ہے قیل ذکر اللہ با القلب سیف المریدین

دل کا جو ذکر ہے یہ دراصل مریدوں کی تلوار ہوتی ہے اور ہر غیر اللہ سے ہر بدی سے دل کا ذکر انسان کی حفاظت کرتا ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کر کے اس پر بہت عمدہ تبصرہ فرمایا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے

کہ وہ شخص جس کو میرا ذکر مجھ سے سوال کرنے سے منع کر دے یعنی مراد یہ ہے کہ ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ دست سوال دراز کرنے کا اس کے لئے موقع ہی نہ رہے۔ اللہ کی یاد اور محبت میں ایسا کھو گیا ہے کہ وہ سوال کرنا ایک معمولی بات اور بے معنی بات سمجھتا ہے۔ اس حد تک اللہ کی یاد اس پر غالب آجاتی ہے کہ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اس کو اس سے بہت زیادہ دیتا ہوں جتنا سوال کرنے والے کو دیتا ہوں۔

یعنی بعض لوگ جو مجسم ذکر الٰہی بن جاتے ہیں ان کے دل کی ہر دھڑکن، ان کی ہر خواہش دعا بن جایا کرتی ہے اور دعا اور ذکر میں یہ فرق ہے۔ اس فرق کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ذکر ہے محبوب کی یاد اور وہ خالصتاً محبت سے تعلق رکھنے والی بات ہے اور سوال سے مراد یہ ہے اپنے قریبی پر جس پر اعتماد ہو، جس پر انسان کو یہ بھروسہ ہو کہ ہاں میرا قریبی ہے اس کے پاس انسان مشکل کے وقت جائے اور کہے کہ اب میری ضرورت پوری کرو اور ایک شخص ایسا بھی ہے جو محبت میں ایسا غرق ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کو مانگنے سے عار کرتا ہے، عار رکھتا ہے یا سمجھتا ہے کہ محبت کے اعلیٰ آداب کے خلاف ہے کہ میں مانگوں۔

ایسی سوچ وقتی طور پر تو درست قرار دی جاسکتی ہے اور فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا تعلق ہے یہ بھی درست نہیں ہے۔ صوفیانہ ٹوٹکے کے طور پر آپ کہ سکتے ہیں کہ دیکھو اس نے عشق میں ترقی کرلی ہے کہ اب یہ سوال کی حاجت نہیں رکھتا۔ تو ایسے شخص کو اگر آپ نے ہر سوال کرنے والے سے افضل قرار دیا تو تمام انبیاء سے اس کو افضل ماننا پڑے گا کیونکہ قرآن کریم نے ہر نبی کے ذکر میں اس کی دعا لکھی ہوئی ہے۔ پس سب سے زیادہ دعا کرنے والے اور خدا سے طلب کرنے والے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ اس لئے جب اس قسم کی حدیثیں زیر بحث آئیں تو ان کو ٹوٹکے نہیں بنانا چاہئے۔ ان سے ایسے نتیجے نہیں اخذ کرنے چاہئیں جو قرآن اور سنت انبیاء کے خلاف ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جو ذکر الٰہی میں ایسا ڈوب جاتا ہے کہ اس وقت اس کیفیت سے نکل کر کچھ مانگنے کو دل نہیں چاہ رہا ہوتا اور یا دوسرے معنوں میں یہ کہنا چاہئے کہ وہ شخص جو ہر وقت ذکر الٰہی میں ڈوبا رہتا ہے خواہ وہ سوال کرے یا نہ کرے اللہ اس کا نگران بن جاتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ یہ حدیث دعا کرنے کے خلاف ہے۔ قرآن کریم دعا کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ دعا کے بغیر تو اللہ کی چوکھٹ تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (۲۵ : ۷۸)

کہ ان سے کہہ دے اللہ کو تمہاری کیا پرواہ ہے اگر تمہاری دعا نہ ہو۔ پس دعا کے مضمون کے یہ حدیث مخالف نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ذکر الٰہی محبت کے نتیجے میں ان کی زندگی پر چھا جاتا ہے اور ایسی کیفیت میں اگر ان کو دعا کا وقت میسر نہ بھی آئے اور دعا کی طرف ان کی واضح توجہ نہ بھی پھرے تب بھی اللہ کے ہاں وہ محفوظ لوگ ہیں۔ اللہ خود ان کی نگرانی کرتا ہے خود ان کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ اسی حدیث کے اسی مضمون کے متعلق ایک اور حدیث بخاری کتاب الرقاق باب التواضع میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں یہاں دعا کے بغیر ہی خدا کے تعلق کی ایک دائمی کیفیت بیان ہو رہی ہے۔ جو ذکر الٰہی میں معروف رہتا ہے وہ دوست بن جاتا ہے اور جب دوست ہو جائے تو ضروری تو نہیں ہوا کرتا کہ دوست مانگے تو دے۔ اس کا تعلق رحمانیت سے ہو جاتا ہے چنانچہ عباد الرحمٰن کا جو مضمون قرآن کریم میں بیان ہوا ہے یہ وہی ہے جو احادیث میں بیان ہو رہا ہے کہ یہ لوگ رحمٰن خدا کے بندے بن جائیں وہ مانگیں تو ضرور ملتا ہے اور بھی ملتا ہے۔ لیکن نہ مانگیں تب بھی ملتا ہے یہ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ رحمٰن کے بندے ہو کر رحیم سے اپنا تعلق کاٹ لیتے ہیں بلکہ رحمانیت کی صفت میں ڈوب جاتے ہیں اس لئے اگر نہ بھی مانگیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو دے دیتا ہے اور بعض دفعہ تو خود پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ہم نے مانگا کیا ہے۔ انسان کو چاروں طرف سے مختلف خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کو خطرات درپیش ہیں اس کو پتہ ہی نہیں کہ کہاں سے، کس خطرے نے حملہ کرنا ہے۔ کہاں دشمن چھپا ہوا ہے۔ کل کی اسے خبر نہیں۔ وہ مانگے گا کیسے؟ تو ذکر الٰہی کے تعلق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک راز، ایک بہت ہی قیمتی خزانہ عطا کر دیا کہ ضروری نہیں کہ تم مانگو تو تمہیں دیا جائے۔ تم اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہو۔ پھر تمہیں یہ بھی نہیں پتہ ہوگا کہ کیا مانگنا ہے اور کب مانگنا ہے تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں دے رہا ہوگا۔ پس دعا سے ذکر کا مضمون افضل ہے یہ بات بہرحال قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے جہاں جہاں بھی قرآن کریم میں دعا کا ذکر ملتا ہے وہاں ہر جگہ مانگنے کے معنوں میں نہیں۔ وہاں پیار سے اللہ کے ذکر کے معنوں میں بھی دعا کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے آیت پڑھی تھی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲ : ۱۷) یہاں جو مضمون ہے وہ عاشق کا مضمون بیان ہوا ہے یہ نہیں کہ آنکھ کھلتے ہی مانگنے لگ جاتے ہیں کہ اے اللہ میاں یہ بھی دے۔ وہ بھی دے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں آنکھیں کھلتی ہیں۔ کروٹیں بدلتے ہوئے بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے پہلو آرام گاہوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ اللہ کو پکارتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ دعا کا معنی صرف مانگنا نہیں پکارنا بھی ہے اور یہ اعلیٰ معنی ہے پس ذکر اور دعا یہاں ایک ہی جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں میرا بندہ جتنا میرا قرب اس چیز سے جو مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کردی ہے، حاصل کر سکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اس میں ذکر کے تمام جھوٹے طریقوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ اللہ فرماتا ہے، کہ میں کسی سے محبت اس لئے نہیں کرتا کہ وہ میرا نام لیتا رہتا ہے میں سب سے زیادہ محبت اس شخص سے کرتا ہوں جو سب سے زیادہ میرے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔ شریعت پر چلنے والا ہے۔ وہ شریعت جو میں نے محمدؐ کو عطا کی جو محمدؐ کی سنت بن گئی وہی سچا ذکر ہے اسی میں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ملیں گی خدا تعالیٰ کے قرب کے ذریعے حاصل ہونگے۔ پس جو چیز مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کردی ہے جو وہ کرتا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ پیارا لگتا ہے اور نوافل کے ذریعے سے میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے۔ فرائض لازم ہیں ان کے بغیر قرب کا کوئی سوال ہی نہیں ہے نوافل اسی قرب کو آگے بڑھانے والے بنتے ہیں۔ فرماتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے یعنی میں ہی اس کا کارساز ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسکو دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں پس اس کیفیت میں مانگنے کی نفی نہیں ہے فرمایا نہ بھی مانگے تب بھی میں اس سے یہ سلوک کرتا ہوں لیکن جب مانگتا ہے تو اور بھی زیادہ پیار سے اس کو دیتا ہوں اور زیادہ بڑھا کر دیتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ بندہ تو حسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلے پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین اور آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اگر پچاس کروڑ انسان بھی اس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا اور محض ایک شخص کی خاطر ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈالتا ہے اور اس کی تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اس کی پوشاک میں اور اس کی خوراک میں اور اس کی مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اس کا آپ جواب دیتا ہے وہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اسکی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ وہ اس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اس کو دکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے اور ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی قضا و قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے غرض پہلا خریدار اس کے روحانی حسن و جمال کا جو حسن معاملہ اور محبت ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج ان پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں“

یہ ذکر جیسا کہ واضح ہے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر چل رہا ہے جب فرماتا ہے وہ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے تو معاً قرآن کریم کی اس آیت کی طرف توجہ منتقل ہوتی ہے

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (۸ : ۱۸)

اے محمدؐ! تو نے دشمن پر کنکریوں کی مٹھی نہیں پھینکی۔ جب تو نے پھینکی۔ وہ اللہ تھا جس نے پھینکی اور دوسری جگہ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (۴۸ : ۱۱) کہہ کر صحابہؓ پر جو ہاتھ تھا اسے اللہ کا ہاتھ قرار دے دیا۔

پس ذکر الٰہی وہی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اللہ سے سیکھا اور خدا تعالیٰ کی ہدایت کے تابع اپنی ذات میں جاری کر کے دکھا دیا اسی ذکر کو پکڑیں اسی میں ساری کامیابی ہے وہی خدا سے دوستی بنانے کا ایک وسیلہ بنتا ہے اس کے سوا ساری ذکر کی باتیں محض افسانے اور کہانیاں ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

داستانِ اسیری - اسیر کی زبانی

اسیرِ راہِ مولیٰ محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ ساہیوال ابن مکرم محمد اسماعیل منیر صاحب سیکرٹری حدیقۃ المبشرین ربوہ جو ۲۰؍مارچ ۱۹۹۴ء کو رہا ہوئے۔ ۲۶؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کو مسجد احمدیہ ساہیوال میں کلمہ کی حفاظت کے جرم میں قید ہوئے ۱۹۸۵ء میں ان پر اور ان کے چھ ساتھیوں پر ملتان میں ملٹری کورٹ نمبر ۲۶ کے چیئرمین کرنل منیر محمود نے اپنے دو ساتھیوں سمیت مقدمہ کی سماعت شروع اور جون ۱۹۸۵ء میں فیصلہ لکھا اور ان کے لئے اور ان کے ایک ساتھی رانا نعیم الدین صاحب کے لئے سزائے موت تجویز کی۔ ۱۶؍فروری ۱۹۸۶ء کو ڈپٹی کمشنر نے سنٹرل جیل ساہیوال میں آکر الیاس منیر صاحب کو سزائے موت کا حکم سُنایا۔ الیاس صاحب لکھتے ہیں:۔

"میں جب مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا تو میرے ارد گرد نمبر دار کھڑے تھے۔ اس مجسٹریٹ نے میرا نام پتہ پوچھا اور تصدیق کی کہ واقعی میں وہی ہوں جو انہیں یہاں مطلوب ہوں۔ اس کے بعد کہنے لگے: تمہیں ملٹری کورٹ نے موت کی سزا سنائی ہے! اس نے ابھی فقرہ مکمل نہ کیا تھا کہ میں جو بے یقینی کے عالم میں تھا پوری طرح قائم ہو گیا۔ میں نے کہا بہت اچھا اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ تمہیں دس ہزار روپے جرمانہ بھی کیا گیا ہے جو تم مرنے والوں کے ورثاء کو ادا کرو گے۔ تم اس فیصلہ پر رحم کی اپیل ۳۰ دن کے اندر اندر صدر پاکستان کو کر سکتے ہو!

اس کی بات ختم ہوئی تو میری زبان پر الحمد للہ کا ورد جاری ہو گیا۔ یہ چند لمحات میرے لئے ایسے عجیب تھے کہ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ میرے جسم میں ایسی لہر دوڑ گئی کہ مکمل سکون ہو گیا اور میرے ذہن پر یہ خیال چھا گیا کہ یہ میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ میرے جسم کا ذرہ ذرہ اور میرے ذہن کا خلیہ خلیہ جانتا تھا کہ یہ سزا سراسر غلط ہے یہ فیصلہ سراسر بہیمیت ہے۔ اس وجہ سے مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ محسوس نہ ہوئی بلکہ میری کیفیت کسی شاعر کے مطابق یہ تھی ؎

تجھ کو ظالم میرے ناکردہ گناہوں کی قسم
اور بھی دے دے اگر اور سزا باقی ہے

..... ۱۵؍فروری ۱۹۸۷ء کو ان کی نظرِ ثانی کی درخواست کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے رد کرتے ہوئے اپنے دستخطوں سے جیل کو حکم نامہ بھجوا دیا تا جلدی سزائے موت کی تکمیل ہو جائے مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

قید کے دن:۔

"پندرہ دن ہم نے حوالات میں خدا خدا کر کے گزارے کبھی زندگی بھر چلنے پھرنے کے لحاظ سے اتنے محدود نہ ہوئے تھے۔ ہر روز بیشمار سائیکل چلانا چلنا پھرنا اور ایک دم بالکل ہی چند گز تک اپنی زندگی کے تمام معمولات محدود ہو کر رہ گئے۔ اس لحاظ سے بڑا عجیب اور مشکل تجربہ تھا پھر اس پر مستزاد حوالات کی لیٹرین، گند اور بدبو اور حوالات کے باہر تھانہ کے اندر پولیس کے کیا افسران اور کیا ماتحت عملہ کے مونہوں سے بکا جانے والا گند بات بات پر دو دو من کی گالیاں۔ ایسی گالیاں آج تک نہ سنی تھیں غرضیکہ ہر لحاظ سے انتہائی مشکل میں وقت گزرا۔ پانی محدود تھا۔ دن میں صرف ایک دفعہ منہ دھونے کا موقع ملتا اور پانچوں وقت تیمم سے کام چلاتے اور سلاخوں کے درمیان سے کھانا پکڑ کر کھاتے گویا ہماری بالکل وہی کیفیت تھی جو کسی شاعر نے بیان کی ہے ؎

زندہ رکھا مگر زندگی چھین لی
بے خطا تو نے میری خوشی چھین لی
چپ کہاں تک رہوں صاف کیوں نہ کہوں
میری خوشیوں سے تو جل گیا

لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہمیں اپنے مولا کی طرف سے ہر حالت پر خوش رہنے کی توفیق بھی ملی۔ ہمیں کوئی افسوس نہیں تھا اور ہوتا بھی کیوں؟ جبکہ ہمارا ضمیر بالکل مطمئن تھا بالکل صاف تھا۔

ہتھکڑی

یہ میری زندگی کا سب سے پہلا واقعہ تھا بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا کہ ہمارے ہاتھوں کو دینِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیور پہننا نصیب ہوا۔ گو اس سے پہلے ہتھکڑی کا تصور بھی نہ کیا تھا اور مطابق دستور اسے ہم بُرا سمجھتے تھے مگر اب ایسا کوئی احساس نہ تھا بلکہ بڑے خوش ہو کر (کم از کم میں نے) ہتھکڑی لگوائی۔ زندگی کا یہ پہلا تجربہ بڑا خوشگوار محسوس ہوا۔ ہماری زبانیں اُس وقت بڑی تیزی سے اس دُعا کا ورد کر رہی تھیں۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہمیں یقین تھا کہ اب ہمیں یہ جس جگہ لے جا رہے ہیں وہاں پر ہم پر تشدد سے یا اور ذرائع سے تفتیش کریں گے ہم اپنے جسموں کو تشدد کے لئے بالکل تیار کئے ہوئے تھے۔ اس لئے ہماری بس یہی دُعا تھی کہ خدا ہمیں استقامت دے اور ثابت قدمی کے ساتھ ہر نوع کے تشدد کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔

بیڑیاں

:۔ ایک لوہار صاحب بیڑیاں اور اپنے اوزار اٹھائے یہاں آ گئے اور بیڑیوں کو تیار کر کے ہمیں بلایا سب سے پہلے خدا کے فضل سے میں آگے ہوا اور میرے پاؤں بیڑیوں سے جکڑ دیئے گئے۔ لیکن خدا کی قسم عجیب لطف و سرور محسوس ہوا۔

حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ یاد آ گئے۔ میرا بیڑی کے متعلق پرانا یہ تاثر تھا دیکھی تو نہ تھی کہ اسے کمر میں بھی FIX کرتے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے جب لوہار میرے پیروں میں اُسے FIX کر چکا تو میں نے کہا اور پھر انو کہنے لگا نہیں اوپر تو کچھ نہیں کرتے۔ چنانچہ اُس وقت مجھے بہت حد تک تسلی ہوئی کہ چلو اُٹھ بیٹھ تو سکیں گے۔

۱۸؍فروری ۱۹۸۷ء کو ہماری رٹ پر لاہور ہائی کورٹ کے دو ججوں فضل کریم صاحب لون اور مرزا محمود احمد صاحب نے سزائے موت کے خلاف STAY ORDER دے دیا جس کی مفصل رپورٹ کراچی کے اخبار DAWN ۱۹؍فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی کہ کس طرح احمدیہ مسجد ساہیوال پر حملہ کرنے والے تیس پینتیس غنڈے مولویوں کو آزاد کتوں کی طرح بھونکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے اور اپنا دفاع کرنے والوں جن کو دنیا کا ہر قانون بھی تحفظ دیتا ہے سزائے موت دی جا رہی ہے۔ صرف مذہبی تعصب اور عناد کی بنیاد پر جنرل ضیاء الحق نے بار بار اعلان کیا کہ ساہیوال کے احمدیوں کو بہر حال سزا دی جائے گی جس پر دنیا نے ایک بار پھر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الہام

اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ

کو کمال شان سے پورا ہوتے دیکھا کہ دشمن احمدیت جو جماعت احمدیہ کو CANCER قرار دے کر اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا اعلان لندن کی تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں کروا چکا تھا، خود حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعلان مباہلہ مجریہ ۱۰؍جون ۱۹۸۸ء کا نشانہ بن گیا اور ۱۷؍اگست ۱۹۸۸ء کو بہاولپور کے آسمانوں میں اس کا محفوظ ترین ہوائی جہاز C-130 اس کے اور اس کے تیس اہم ترین ساتھیوں سمیت آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا اور آج تک دنیا اس "کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا آج بھی اِذن ہو گا تو چل جائیگی"!! کا نظارہ مشاہدہ کر رہی ہے اور ابھی تک اس حادثہ کی وجہ کا بھی پتہ نہیں چل رہا۔

پھر دسمبر ۱۹۸۸ء میں پاکستان جیلوں نے صداقت احمدیت کا ایک اور نشان دیکھا کہ ہمارے چار قیدیوں کے ساتھ دو ہزار سے زائد سزائے موت کے منتظر قیدیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک عاجز بندے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا کہ

اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا موت بھی آ گئی ہو تو ٹل جائیگی

کو قبول فرماتے ہوئے موت کی کال کوٹھڑیوں سے نکال دیا گیا۔

ایک خاص بات ان ایام کی یہ ہے کہ اس دوران طبیعت میں شدید ہیجان رہا کہ مولا یہ کیا ہو رہا ہے ہم نے آخر کیا قصور کیا ہے۔ اس طرح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا یہ شعر بڑی کثرت سے وردِ زبان رہا کہ ؎

ہوئی سموم غم کے تھپیڑے پہ ہیں پہ
اب انتظام دفع بلیات چاہیئے

علاوہ ازیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کے الفاظ میں بڑی زور اور کثرت سے دعا کی کہ ؎

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

ایک روز مغرب کی نماز کے دوران سجدہ میں "جلدی" کے مفہوم پر مشتمل بڑے جوش سے دعا کر رہا تھا اور سارے جسم میں سخت ارتعاش تھا اور بڑا جوش تھا کہ اچانک میرے دل کے ساتھ لا تستعجلوا لا تستعجلوا کے الفاظ بڑی تیزی کے ساتھ ٹکرائے اور ایک دم میرے جسم پر سکتہ طاری ہو گیا سارے جسم میں ٹھہراؤ آ گیا اور یہ میرے دل کی آواز تھی یا میرے خیالات کے برعکس صورت تھی جو خدا نے میرے سمجھانے کے لئے پیدا کی میری زندگی میں ایسا پہلی مرتبہ ہوا میں نے بالکل پرسکون ہو کر نماز پڑھی اور وہ دن اور آج کا دن میں نے "جلدی" کے الفاظ اور اس کے مفہوم سے حتی المقدور پوری پوری احتیاط کی ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کے بعد یہی کہا ہے کہ جلدی طلب نہ کرو اور اپنی دعاؤں سے جلدی کے الفاظ نکال دو یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل کل ہے وہ حکمت بالغہ کا مالک ہے اور ہم نادان جاہل بندے اس کی مصلحتوں اور اس کی قدرتوں کو کیا سمجھیں۔ انہوں نے ہماری بھلائی اور ترقی کا جو منصوبہ سوچ رکھا ہے وہ ہمارے لئے انتہائی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ نا معلوم کتنا طویل ہے اس لئے ہمیں اس کے انتہائی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ نا معلوم کتنا طویل ہے اس لئے ہمیں اس کے منصوبوں میں دخل نہیں دینا چاہیئے بلکہ عاجزی کے ساتھ اور پوری فرمانبرداری کے ساتھ اپنے عہد وفا کو نباہتے چلے جانا چاہیئے۔

الیاس صاحب اپنی ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" دوسرے نمبر پر میری دو اور خوابیں ہیں جن میں میں نے دونوں مرتبہ سانپ کو اپنے پاؤں پر ڈستے دیکھا۔ پہلی خواب میں ایک کمرے میں اپنے آپ کو پاتا ہوں وہاں کمرے کے درمیان ایک چارپائی پر امی جان مرحومہ کو خاموش بیٹھے ہوئے دیکھتا ہوں اور اسی چارپائی پر بستروں وغیرہ کا ڈھیر بھی لگا ہوا ہے اس کمرے کی دیوار میں دو الماریاں ہیں اور ان میں برتن بھی سجے ہوئے ہیں۔ ایک الماری میں سے ایک سانپ نکلتا ہے اور چھپکلی کی طرح دیوار پر رینگتا ہوا نظر آتا ہے وہاں اللہ دتہ نمبردار بھی اپنی سرخ ٹوپی میں موجود ہوتا ہے وہ ایک ڈنڈا لے کر سانپ کی طرف بڑھتا ہے تو سانپ ادھر ادھر ہونے کے بعد اڑ کر چارپائی پر آتا ہے اور پھر بڑی پھرتی اور تیزی سے میرے دائیں پاؤں کے تلوے کے بالکل درمیان میں ڈنگ مار کر قریباً اڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔ آنکھ کھلتی ہے تو ذہن پر بڑا اثر محسوس ہوتا ہے اور پھر ایک روز خواب میں دیکھا کہ میں فضل عمر ہسپتال ربوہ کے سامنے سڑک کے کنارے پر کھڑا ہوں ایک سانپ آتا ہے میں وہاں لگے ہوئے پرانے سفیدے کے درخت پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ اسی دوران میرے دائیں پاؤں کی چھنگلی پر ڈس کر سڑک پار کر کے بجلی کے کھمبے کے ذریعے اوپر چڑھنے لگتا ہے۔ میں ادھر سفیدے کے درخت پر پانچ سات فٹ کی بلندی پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ سانپ آہستہ آہستہ اوپر چڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ بجلی کے تاروں پر جا پہنچتا ہے اور پھر جب ایک تار سے دوسرے تار کو چھوتا ہے تو تڑاک کی آواز آتی ہے اور سانپ کے ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہے ہیں اور بالخصوص سڑک پر اس کی تڑپتی دُم ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

حضور کے خطوط

"جب حضور کے خطوط ہمیں ملتے تو قلب و روح اور دل و دماغ کے علاوہ جسم میں بھی بے پناہ قوت اور توانائی کا احساس ہوتا۔ چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۳ر جنوری ۱۹۸۵ء کو سب سے پہلے مجھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا اپنے دست مبارک سے لکھا ہوا دردناک خط موصول ہوا۔ حضور کا یہ نامہ مبارک پڑھ کر طبیعت میں بے تحاشا اضطراب پیدا ہو گیا اور اس خط کی سطور میں اس کے الفاظ اور حروف میں پیارے آقا کی چھپی ہوئی جو تصویر نظر آئی اور آپ کے جذبات کی جو لہریں موجزن نظر آئیں، آپ کے تڑپتے اور ہنڈیا کی طرح ابلنے کی جو آوازیں سنائی دیں انہوں نے بڑی طرح بے چین کر کے رکھ دیا اور جسمانی لحاظ سے بھی جسم میں گردش کرتے ہوئے خون میں غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان تصورات کی وجہ سے اس رات باوجود کوشش کے نیند قریب آنے کا نام نہ لیتی تھی اور باوجود جنوری کے جاڑے کے گرمی محسوس ہوتی رہی۔ میرے تو کبھی تصور میں بھی نہ آیا تھا کہ میں اس لائق ٹھہروں گا کہ خلیفۂ وقت اپنے قیمتی ترین لمحات میں سے وقت نکال کر خاص طور پر مجھے اس قسم کے خطوط سے نوازیں گے۔ ڈھیروں ڈھیر نہایت درجہ پُر درد اور پُر سوز دعاؤں سے نوازیں گے حضور اقدس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

" بعض اوقات اس درد کے ساتھ دل سے دعا نکلتی ہے کہ یقین نہیں آتا کہ رحمت باری اسے ٹھکرا سکے گی "

احمدی ہونے کی وجہ سے گاؤں کی نمبرداری سے نکال دیا گیا

اور

توہین رسالت کا جھوٹا مقدمہ درج کرا کر جیل بھجوا دیا گیا

لندن ۸ر مارچ (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ)۔ مخالفین ختم نبوت نے ضلع میانوالی کے ایک گاؤں کے احمدی نمبردار کو صرف اس بناء پر نمبرداری سے ہٹوا کر اس کے خلاف توہین رسالت کا جھوٹا مقدمہ درج کرایا کہ وہ احمدی مسلمان ہے۔ مکرم رشید احمد صاحب چوہدری پریس سیکرٹری جماعت احمدیہ نے ایم۔ ٹی اے پر اپنے ایک تبصرہ میں بتایا کہ پاکستان کی ظالم حکومت اگرچہ دنیا میں یہ شور مچاتی ہے کہ اس کے ملک میں اقلیتوں پر اور احمدیوں پر کوئی ظلم نہیں ہو رہا لیکن مولوی لوگ حکومت اور پولیس کی شہ پر احمدیوں کو ستانے اور ظلم کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔

ضلع میانوالی کے گاؤں میں صرف ایک گھر احمدیوں کا ہے جہاں گاؤں کا نمبردار احمدی تھا۔ گزشتہ ۶ر جون ۱۹۹۳ء کو ان کے خلاف مولویوں نے ڈی۔ سی میانوالی کو یہ درخواست دی کہ چونکہ وہ قادیانی ہے اس لئے انہیں نمبرداری سے ہٹایا جائے۔ ڈی۔ سی نے مولویوں کی درخواست مسترد کر دی۔ مولویوں نے اپیل کی جس پر ڈی۔ سی نے انہیں دباؤ میں آ کر نمبرداری سے ہٹا دیا۔ جماعت کے افراد نے کمشنر سرگودھا کو اپیل کی چنانچہ کمشنر نے احمدی نمبردار کو بحال کر دیا۔ مخالفین نے اس پر بورڈ آف ریونیو لاہور میں اپیل کر دی۔ چنانچہ ۸ر نومبر ۱۹۹۳ء کو جب احمدی تاریخ بھگت کر واپس آ رہے تھے تو انہیں مارا پیٹا گیا اور ۲۱ر نومبر کو احمدی نمبردار اور ان کے بیٹوں کے خلاف توہین رسالت کا جھوٹا مقدمہ درج کر دیا گیا اسی طرح سب افراد کو ۲۳ر نومبر ۱۹۹۳ء کو گرفتار کر لیا گیا اور اب انہیں احمدیت سے تائب ہونے کے لئے زدوکوب کیا جا رہا ہے۔ ضمانت کی درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔ اس طرح اس گاؤں کے احمدی گھرانہ کے سب مرد جیل میں ہیں اور عورتوں کو حفاظت کی خاطر ربوہ منتقل کر دیا گیا ہے۔

(۲)

احمدی آفیسر پر قاتلانہ حملہ

لندن ۸ار فروری (ایم۔ ٹی۔ اے) بنھیانہ پاکستان میں ایک احمدی جو سٹیٹ لائف میں آفیسر ہے مولوی آج کل انہیں ملازمت سے ہٹوانے کے چکر میں ہیں۔ مولوی نہ صرف انہیں دھمکیاں دے رہے ہیں بلکہ ۱۲ر فروری ۱۹۹۴ء کو غنڈوں کے ذریعہ ان پر قاتلانہ حملہ کروایا گیا۔

بدر کی توسیع اشاعت آپ کا فریضہ ہے (مینیجر بدر)

نشانِ کسوف وخسوف کی صد سالہ تقریب - بقیہ صفحہ اوّل

بخشش کر جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد پنجاب اور قادیان میں ترقی ہوگی۔ اور جب میں اگلی دفعہ آؤں گا تو اتنی خوشحالی ہوگی کہ دنیا پنجاب کو دیکھے گی۔

جناب سردار سُرجیت سنگھ سرپنچ تغلوالہ و صدر کھیتی باڑی یونین نے مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ جماعت لوگوں کی بھلائی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ اور مذہبی بھید بھاؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے ہر تکلیف کے موقعہ پر انسانیت کا بھلا کرتی ہے۔ ہم ان کے شُکر گزار ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ قادیان کے قریب بستے ہیں۔ قادیان سے ہی ہماری شناخت ہوتی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ خلیفہ صاحب سے کہیں کہ آنے والے جلسہ میں آئیں۔ تاکہ ہمارے باقی لوگ بھی ان کی زیارت کر سکیں۔

جناب منوہر لال شرما پرنسپل کلاس والا خالصہ سکول قادیان (نیشنل ایوارڈ یافتہ) نے اس تاریخی موقعہ پر مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ آج جماعت ہندوستان بھر میں آزادی سے یہ جشن منارہی ہے۔ میرا یقین ہے کہ مذہب انسان کی ذاتی ملکیت ہے۔ دنیاوی طاقتوں سے کسی کے دل کو بدلا نہیں جاسکتا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی پیغمبر آکر لوگوں کو بُرائی سے روکتا ہے تو وہ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ پیار و محبت اور خدمت سے لوگوں کے دل جیتتی ہے۔ اور اس نے ہر موقعہ پر دُکھی انسانیت کی مدد کی ہے۔ میری اپنے ساتھیوں اور اِداروں کی طرف سے درخواست ہے کہ اِس جلسہ پر بھی خلیفہ صاحب آئیں اور کالج (مراد تعلیم الاسلام کالج) میں جلسہ ہو۔ تاکہ سارا علاقہ خوشی اور برکت حاصل کرے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ لاکھ برکتیں لے کر آئیں گے۔ وہ دھارمک سہنشیلتا (رواداری) کی بہت بڑی مثال ہیں۔

جناب سردار پرتاپ سنگھ صاحب باجوہ، ایم۔ ایل۔ اے نے جماعت کے جشن پر مُبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ایسے عالمگیر شہر کے رہنے والے ہیں۔ میں جماعت کو ایک فرد سے عظیم قافلے میں بدل جانے پر مُبارکباد دیتا ہُوں۔ جماعت کے پیار و محبّت کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ آج یہاں پر ہر مذہب اور پارٹی کے افراد ایک خوبصورت گلدستے کی شکل میں حاضر ہیں۔ جب حضُور نے قادیان میں مُبارک قدم رکھے تو پنجاب کے حالات بہت نازک تھے۔ (عرصہ بارہ سال سے بدتر ہوتے جارہے تھے) مَیں سمجھتا ہُوں کہ حضور کے قدموں سے اُن لوگوں کو طاقت ملی ہے جو امن لانا چاہتے ہیں۔ اور حضور کے جانے کے بعد ہی امن و شانتی پیدا ہوئی ہے۔ مَیں حضور کو اپنے حلقہ کی طرف سے پیغام دینا چاہتا ہُوں کہ بچے۔ بڑے۔ نوجوان، سب کی نگاہیں آپ کی طرف ٹکٹِکی باندھے لگی ہیں۔ آپ کے آنے سے جماعت اور ہمارے حلقہ کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔

خطاب جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ۱۹۸۴ء میں جب آپ نے پاکستان سے ہجرت کی تو مخالفین یہ سمجھنے لگے کہ اب یہ ناکام ہوجائیں گے۔ اگر آپ نہ جاتے تو احمدیت کو انٹرنیشنل طور پر کام کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ آج حالت یہ ہے کہ پاکستان کا مُلّاں تو اپنے ہی مُلک میں دو گھنٹے تقریر کرکے بس ہوجاتا ہے اور آپ کا پیغام دُنیا کے ۱۴۰ ممالک میں ۲۴ گھنٹے سُنا جاتا ہے۔ آج مَیں خاص طور پر خوش ہُوں کہ یہاں ایک ایسی جماعت ہے جو سب سے یکساں پیار کرتی اور سب کو عزت دیتی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ حضور اس سال بھی ضرور تشریف لائیں۔

سب سے آخر میں صدرِ اجلاس محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کی تاریخی اہمیت اور ۱۸۹۴ء کے عظیم الشان نشان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم پُوری دُنیا میں خدا کی باتیں پُوری ہونے پر خوشی منا رہے ہیں۔ ہم آپ کے آنے پر بہت شُکر گزار ہیں۔ آپ کی تمنّائیں حضور کی خدمت میں پیش کر دی جائیں گی۔ آپ سب خوش قسمت ہیں کہ آپ کی تقاریر اور پیارے چہرے دُنیا کے تمام ممالک دیکھیں گے۔ اس پروگرام کی ویڈیو ساری دُنیا میں دکھائی جائے گی۔ بندوں کے شکریہ کے ساتھ خدا کا شکر ادا کرنا بھی ہم پر واجب ہے۔ آخر پہ آپ نے دُعا کرائی۔ اِس طرح جلسہ کی کارروائی انتہائی کامیابی سے اختتام پذیر ہوئی۔ بعد ازاں باہر سے آئے ہوئے جملہ حاضرین کی ایوانِ خدمت میں ضیافت کی گئی۔ اللہ تعالےٰ جملہ تعاون کرنے والے احباب و مستورات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سعید روحوں کو قبولِ حق کی توفیق دے۔

اس موقعہ پر بیت النصرت لائبریری میں احمدی مستورات کے علاوہ بہت سی غیر مسلم خواتین نے بھی شرکت کی اور کارروائی کو سُنا۔ اسی طرح ۲۴ مارچ کو مستورات نے علیحدہ یوم مسیح موعودؑ کے سلسلہ میں جلسہ کیا۔ مجلسِ انصار اللہ کی طرف سے ایک پمفلٹ گورمکھی زبان میں طبع ہوکر تقسیم کیا گیا۔

اسی ضمن میں ۲۸ رمضان المبارک مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۹۴ء کو مسجد اقصیٰ میں کسوف خسوف کے تاریخی نشان کی اہمیت اور یاددہانی کے سلسلہ میں ۹-۳۰ بجے صبح زیرِ صدارت مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری قائم مقام ناظر اعلیٰ قادیان خصوصی جلسہ منعقد ہُوا جس میں مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم مدرس مدرسہ احمدیہ و ایڈیٹر بدر نے اس نشان کے

متعلق تفصیلی رنگ میں روشنی ڈالی۔ اسی روز رات کو جملہ اہلیانِ قادیان نے اپنے گھروں پر چراغاں کیا۔ منارۃ المسیح۔ مرکزی مساجد و عمارات پر رنگ برنگے قمقموں سے عجیب سماں پیدا ہُوا۔ تمام چھوٹے بڑے بیحد مسرور تھے اور اپنی خوشی اور خوش بختی کا اظہار کر رہے تھے۔ بازاروں اور گلیوں میں رونق لگی تھی۔ حلقہ نُور کے خدام نے زردہ کی دیگ پکوا کر احمدیہ چوک میں تقسیم کرکے غیر مُسلم بھائیوں کو بھی اپنی خوشی میں شامل کیا۔ محترم امیر صاحب جماعتِ احمدیہ قادیان کی طرف سے جملہ اہلیانِ قادیان کے گھروں میں خوشی کے اِس تاریخی موقعہ پر شیرینی تقسیم کی گئی۔

اِدارِیہ - بقیہ صفحہ (۲)

عورتوں اور بچوّں کی بے حُرمتی کی جارہی ہے۔ بلاوجہ صرف مولویوں کے کہنے پر ملازمتوں سے برطرف کیا جارہا ہے۔ دُکانوں اور مکانوں کو جلایا جارہا ہے۔ غنڈوں کو بھیج کر دھوکہ سے معصوموں کو شہید کرایا جارہا ہے۔ مساجد کو مسمار کیا جارہا ہے۔ قرآن مجید کو جلا کر یا پھاڑ کر پاؤں تلے روندا جارہا ہے۔ معاشرتی اعتبار سے احمدی السّلام علیکم نہیں کہہ سکتے۔ خوشیوں کی تقاریب منعقد نہیں کر سکتے۔ ہنس اور مسکرا نہیں سکتے۔ ان کے بچّے اچھے کپڑے اور کھلونے نہیں خرید سکتے ـــــ

شاید ہماری یہ باتیں پاکستان سے باہر کے لوگوں کو عجیب و غریب محسوس ہوں۔ لیکن یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس کا مشاہدہ ہر انصاف پسند، پاکستان جاکر یا وہاں کے اخبارات کے مطالعہ کے بعد کر سکتا ہے۔ بلکہ انصاف پسندوں اور آزادئ ضمیر کے علمبرداروں سے ہماری درخواست ہے کہ دُوسرے ملکوں میں حقوقِ انسانی کے نعرے لگانے والے پاکستان کی اپنی اندرونی حالت کو وہاں جاکر ضرور دیکھیں۔ تب وہ یہ دیکھ کر یقیناً حیران ہوں گے کہ اگرچہ مذہب و قوم پرستی کے نام پر دُنیا میں مختلف جگہوں پر ظلم ہورہا ہے۔ لیکن جس قسم کا ظلم پاکستان کے مظلوم احمدی برداشت کر رہے ہیں صفحہ دنیا پر اس کی مثال نہیں ملتی۔

ظلم وستم کا یہ سلسلہ نہ صرف بلا وقفہ اور مسلسل جاری ہے بلکہ اس میں دن بدن اور روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اِس لحاظ سے ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ ساہیوال کے مذکورہ اسیران کی رہائی پاکستان میں دَورِ انصاف کی واپسی کا نتیجہ ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں یہ صرف اور صرف خدائی فضل اور خلیفۂ وقت کی دُعاؤں کی قبولیت کے ساتھ ساتھ خلافتِ حقّہ کی صداقت کی ایک مضبوط دلیل ہے کہ موت کی سزائیں دینے والے تو کیفرِ کردار کو پہنچ چکے ہیں۔ سزائے موت کی توثیق کرنے والے ضیاء الحق کا آج نام و نشان نہیں۔ اور جن کو مجبور و کمزور جان کر سزائیں دی گئیں ان کے لئے زندان کی سلاخیں ٹوٹ چکی ہیں۔

ابھی ابھی سُنا ہے کہ اِدھر احمدی رہا ہوئے اور اُدھر بھٹّو کے زمانہ کے مذہبی اُمور کا ایک وزیر مولوی کوثر نیازی حادثے کا شکار ہوکر ہلاک ہوچکا ہے۔ شاید اِسے عام لوگ ایک اتفاقی حادثہ کہیں لیکن اسے کیا کہیں گے کہ اُسے دفنا کر جب اس کے رشتہ دار واپس گھروں کو لَوٹ رہے تھے تو اُن کی کار بھی حادثے کا شکار ہوگئی! ؟

(منیر احمد خادم)

ضروری اعلان

دارالمسیح کی تعمیرِ نَو و مرمّت (RENOVATION) کا کام جاری ہے۔ اس سلسلہ میں دارالمسیح کی پُرانی فوٹو خصوصاً حضرت نواب مُبارکہ بیگم صاحبہؓ کی رہائش گاہ و پُرانی تاریخی فوٹوز جن کا تعلق قادیان سے ہو مطلوب ہیں۔ اگر کسی دوست کے پاس یہ فوٹوز ہوں تو درجِ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ بعد استفادہ فوٹوز بحفاظت واپس بھجوا دی جائیں گی۔

چوہدری عبدالرشید آرکیٹکٹ معرفت صدر انجمن احمدیہ قادیان - بھارت - 143516

عہدیدارانِ جماعت و مبلّغینِ کرام مُتوجّہ ہوں!

قبل ازیں آپ کی خدمت میں دفتر وکالتِ مال کی جانب سے بذریعہ سرکلر یہ ہدایت بھجوائی گئی تھی کہ واقفینِ نَو کی تعلیم و تربیت و جملہ اُمور کی نگرانی کے لئے اپنی جماعتوں میں سیکرٹری وقفِ نَو مقرر کریں لیکن ابھی تک اکثر جماعتوں کی طرف سے سیکرٹریانِ وقفِ نَو کے نام موصول نہیں ہوئے۔ لہٰذا براہِ مہربانی اپنی اپنی جماعتوں میں بعد مشورہ سیکرٹری وقفِ نَو مقرر کرکے دفتر نیشنل سیکرٹری وقفِ نَو بھارت کو مطلع کریں۔

نیشنل سیکرٹری تحریکِ وقفِ نَو بھارت

اعلان برائے انعامی تحریری مقالہ ۱۹۹۴ء

احبابِ جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیاجاتا ہے کہ اِمسال نظارت تعلیم کی طرف سے دُوسرا انعامی مقالہ لکھنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ لہذا درجِ ذیل عناوین میں سے کسی ایک پر معیاری مقالہ نظارت ہذا کو ارسال فرمائیں :-

(۱) ۔ عصرِ حاضر میں مذہب کی ضرورت ۔
(۲) ۔ فریضۂ تبلیغ اور ہماری ذمّہ داریاں ۔
(۳) ۔ تحریکِ وقفِ نَو اور ہماری ذمّہ داریاں ۔

شرائطِ مضامین

۱ ۔ مضمون / مقالہ کم از کم دس ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ مقالہ اُردو یا انگریزی زبان میں ہونا چاہیئے ۔
۲ ۔ مضمون / مقالہ صفحہ کے نصف حصّہ میں خوشخط تحریر کیا جائے ۔
۳ ۔ مضمون میں حوالہ جات مستند اور سند کے ساتھ ہونے چاہئیں ۔
۴ ۔ مقالہ نظارت ہذا میں مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۹۵ء تک پہنچ جانا چاہیئے ۔ ۲۸ فروری ۹۵ء کے بعد موصول ہونے والے مقالے اس انعامی مقابلے میں شامل نہیں ہوں گے ۔
۵ ۔ مقالہ نظارت تعلیم میں بھجوانے کے بعد اُس کی واپسی کا مطالبہ قابلِ قبول نہیں ہوگا ۔
۶ ۔ مقالہ کے جملہ حقوق نظارت تعلیم کے حق میں محفوظ ہوں گے ۔ کسی مقالہ نگار کو اُس کی از خود اشاعت کی اجازت نہیں ہوگی ۔
۷ ۔ مقالہ جات کے بارہ میں نظارت کا فیصلہ آخری ہوگا ۔

انعامات کی تفصیل

(۱) ۔	انعام اوّل	ایک ہزار روپیہ نقد	(Rs. 1000/-)
(۲) ۔	انعام دوم	سات سو روپیہ نقد	(Rs. 700/-)
(۳) ۔	انعام سوم	پانچ سو روپے نقد	(Rs. 500/-)

زیادہ سے زیادہ احباب (مرد و زن) اس انعامی مقالہ کے مقابلہ میں حصہ لینے کی درخواست ہے ۔
(۲)۔ اس علمی مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے کسی عمر یا تعلیم کی قید نہیں ہے ۔

ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان

اسیرانِ راہِ مولیٰ کی رہائی اور قادیان میں خوشی کے نظارے !

قادیان ۲۱ مارچ ۔ آج یہاں پر اس امر کی اطلاع ملتے ہی کہ اسیرانِ ساہیوال رہا ہوگئے ہیں قادیان میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی ۔ احبابِ جماعت خوشی و رقت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ گلے مل کر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے ۔ صدر انجمن احمدیہ کے ادارہ جات میں اس خوشی میں تعطیل کر دی گئی ۔

قادیان میں مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش چونکہ مکرم محمد الیاس منیر صاحب (اسیر راہِ مولیٰ) کے چچا ہیں اس لحاظ سے احبابِ جماعت و دیگر غیر مسلم بھائیوں نے اُن کے گھر جاکر محترم موصوف اور ان کے اہلِ خاندان اور ان کے توسط سے مکرم محمد اسمٰعیل منیر صاحب اور ان کے اہلِ خاندان کو مبارکباد پیش کی ۔ محترم ماسٹر صاحب موصوف نے تمام احباب کی شیرینی سے تواضع کی اور شکریہ ادا کیا ۔

رہا ہونے والے اسیرانِ راہِ مولیٰ میں مکرم چوہدری بدرالدین صاحب عامل درویش کے بھانجے مکرم عبدالقدیر صاحب ابن مکرم چوہدری عبدالرحیم مجاہد صاحب حسین آباد کالونی ساہیوال بھی شامل تھے ۔ محترم عامل صاحب کو بھی احبابِ قادیان نے مل کر مبارکباد دی ـــــ قادیان کے خدام و اطفال نے خوشی کے اس موقعہ پر ایک جلوس نکالا جس میں نعرۂ تکبیر اور اسیرانِ راہِ مولیٰ زندہ باد کے نعرے لگائے ۔ آج ہی ربوہ سے تشریف لانے والے ایک مہمان کی زبانی معلوم ہوا کہ تمام اسیرانِ راہِ مولیٰ بخیریت ربوہ پہنچ گئے ہیں ۔ جماعتی سطح پر دارالضیافت ربوہ میں ان کا استقبال کیا گیا ۔ اللہ تعالےٰ پاکستان کی جیلوں میں محبوس باقی اسیرانِ راہِ مولیٰ کی رہائی کے لئے اپنے فضل سے جلد سامان پیدا فرمائے ۔ آمین ؂

ارشادِ نبوی ؐ
اِحفَظ لِسانَك
(تو اپنی زبان کی حفاظت کر)
ـــ (منجانب) ـــ
یکے از اراکین جماعتِ احمدیہ بمبئی

طالبانِ دُعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ مینگولین کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹر:-
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ ۔ ربوہ ۔ پاکستان
PHONE NO. 04524 .. 649.

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
لہرا جیولرز
M/S PARVESH KUMAR S/O SHRI GIRDHARI LAL
GOLDSMITH MAIN BAZAR, QADIAN - 143516.

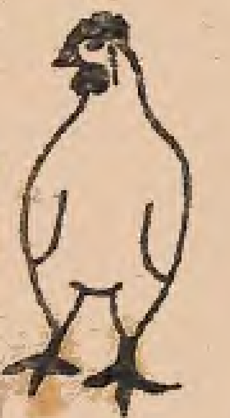

POULTECH CONSULTANT
& DISTRIBUTORS
DEALERS IN:- DAY OLD BROILER CHIKS
POULTRY FEED, MEDICINES & ALL TYPES
OF POULTRY EQUIPMENTS.
OFFICE/ RESIDENCE:- 58 - ISHRAT MANZIL
NEAR POLICE STATION, WAZIR GANJ
LUCKNOW - 226018.
PHONE:- 245860.

C.K. ALAVI
RABWAH WOOD
INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339.
(KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

NEVER BEFORE
GUARANTED PRODUCT
THIS COMFORT
THIS DURABILITY
AND SOLIGHT
VIR
Soniky
HAWAI
A Treat for your feet
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
34, A. DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD, CALCUTTA - 15.

YUBA
QUALITY FOOT WEAR
یانی پولیمرز
کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز:-
43 - 4028 - 5137 - 5205